درس حدیث

محمد اظہر مدنی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اكثر ما يدخل الناس الجنة قال: "تقوى الله وحسن الخلق" وسئل عن اكثر ما يدخل الناس النار فقال "الفم والفرج"- رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح ٦٢٦

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے لوگ زیادہ جنت میں جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ڈر اور حسن خلق اور پوچھا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے لوگ زیادہ جہنم میں جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔

تشریح: حسن اخلاق بندہ مومن کا بہت بڑا ہتھیار، اللہ رب العالمین کی رضامندی کا ذریعہ، کمالِ ایمان، رفعِ درجات اور دخول جنت کا سبب ہے۔ چنانچہ جب ہم سیرت رسول گرامی صلی اللہ علیہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو آپ کو حسن اخلاق کا سب سے بڑا پیکر پاتے ہیں۔ آپ نے اپنے اخلاق و کردار کے ذریعہ بڑے بڑے ظالم وجابر کو سوچنے پر مجبور کیا اور ان کو ان کے بُرے اخلاق و کردار، شر وفساد، ظلم وجبر پر نادم وشرمندہ کیا۔ کیونکہ آپ نے کبھی بھی کسی کے ساتھ غلط کرنا تو دور کی بات غلط خیال اور گمان کو بھی اپنے دل ودماغ میں نہیں آنے دیا۔ اس لئے آپ محسنِ انسانیت تھے۔ پوری دنیا والوں کے لیے رحمت، ہادی ومرشد، معاون ومددگار، شفیق وکریم، رؤف ورحیم اور مربی ومعلم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ کی حیات مبارکہ قبل از نبوت اور بعد نبوت کے ہر ہر لمحات انسانیت کی خیر وبھلائی اور رشد وہدایت کی طرف گامزن کرنے والے ہیں۔ جبھی تو آپ کو نبوت سے پہلے بھی صادق وامین کے لقب سے ملقب کیا گیا تھا جو کہ اچھے اخلاق کے حاملین کی سب سے بڑی اور اچھی صفات ہیں اور جن کے بچپن سے لے کر جوانی تک کی نبوت سے پہلے کی زندگی لوگوں کے سامنے تھی اور آپ نے اپنے اچھے اخلاق و کردار کے ذریعہ ہر ایک کو متاثر کیا اور ہر ایک کے دکھ درد کے ساتھی بنے رہے جب آپ پر وحی کی ابتداء ہوئی اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کیفیت سے دوچار ہوئے وہ واقعہ بخاری شریف کی کتاب الوحی، باب بدء الوحی اور احادیث کی دیگر کتابوں میں موجود ہے کہ مائی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جن الفاظ کے ذریعہ آپ کو تسلی دی وہ اخلاق عالیہ وفاضلہ کی ایسی بلندی تھی جس کو اپنانے کے بعد انسان دنیا وآخرت میں کبھی ضائع نہیں ہوسکتا بلکہ کامیابی اس کی قدم بوسی کرتی ہے۔ " كلا والله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقرى الضيف، وتعين على نوائب الحق" ہرگز نہیں! آپ خوش ہوجائیں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں، تہی دست کو کما کر دیتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور حق کے معاملے میں ڈٹ کر مدد کرتے ہیں۔

درحقیقت آپ کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے کام وحی الٰہی کے مطابق وموافق ہوتے تھے اور آپ کی زندگی وحی کی اتباع تھی جبھی تو صحابہ کرام نے مائی عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے آپ کے اخلاق کے حوالے سے استفسار کیا تو مائی عائشہ صدیقہ نے فرمایا "كان خلقه القرآن " کہ آپ کا اخلاق قرآن کریم تھا۔ یعنی آپ قرآن کریم کی عملی تفسیر اور نمونہ تھے۔ چنانچہ جو انسان قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح ہو، جس کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، عبادات ومعاملات سب رب کی مرضی کے مطابق ہو اس کی حیاۃ عطرہ کو حرز جان بنانا چاہیے یہ ہمارا اخلاقی، ایمانی اور دینی فریضہ ہے۔ اور اسی اسوہ کی اتباع وپیروی میں دنیا وآخرت کی سرخروئی ہے۔ اخلاق عالیہ اور صفات کریمانہ کو اپنانے میں ہی حقیقی کامیابی اور انسان کامل بننے کا تصور اور راز مضمر ہے اور اسی حسن اخلاق کے ذریعہ ہم دنیا والوں کے سامنے نبی کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی سچی تصویر پیش کر سکتے ہیں۔ آج دنیا ہم کو جس نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے اسی اخلاق کے بدولت ہم ان کو اپنے سے قریب کر سکتے ہیں اور ان کے اندر سلگتی ہوئی نفرتوں اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ اخلاق حسنہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ جس کے سامنے بڑے بڑوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور اسلام کی خوبیوں کا گرویدہ ہوگئے نبی کائنات علیہ الصلاہ والسلام کے جانی دشمن بھی آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اپنی جان کو آپ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور اپنی پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی میں گذار دی۔ حسن اخلاق کا مشاہدہ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں کیجئے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا نچوڑ موجود ہے۔ "ليس بفظ ولا غليظ ولا سخّاب بالاسواق ولا يدفع السيئة بالسيئة ولكن يعفو ويصفح " کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بداخلاق اور نہ سخت مزاج ہیں اور نہ ہی بازاروں میں شور وہنگامہ کرتے ہیں اور برائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے ہیں بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اور خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "احسن الناس خلقا " آپ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ اور خود نبی پاک ﷺ کا فرمان "ان من خياركم احسنكم اخلاقا " تم میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ رسول گرامی کی سنت کو اپنائیں۔ اعلیٰ اخلاق وکردار کا حامل بنیں اور اسے دخول جنت کا سبب بنائیں۔ مذکورہ بالا حدیث میں اسی حسن اخلاق کا ذکر ہے کہ وہ اپنے حاملین کو جنت میں لے جانے کا سبب بنے گا۔ اس لئے حسن اخلاق کو قرآن واحادیث میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور شریعت اسلامیہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ ایک حدیث میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ حسن اخلاق سے مزین شخص روزے دار اور قیام لیل کرنے والے کے مرتبے میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو اچھے اخلاق کا حامل بنائے۔ اور جب تک زندہ رکھے حسن اخلاق کے ذریعہ دین کی خدمت لیتا رہے۔ اور خاتمہ اسی حسن اخلاق پر ہو۔ آمین۔ وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيرا۔

اصغر علی امام مہدی سلفی

جواب دہی کا احساس کامیابی کا راز

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس خمسہ عطا فرما کر بڑا احسان واکرام فرمایا ہے جس سے وہ زندگی کا لطف اٹھانے کے ساتھ بے شمار ضرر ونقصان کے کاموں سے بچ جاتا ہے۔ یہ حواس خمسہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایسی تلقائی اور اٹومیٹک مشین ہے جس کی بدولت انسان اپنے پاس بے انتہا علمی طاقت کا خزانہ رکھتا ہے اور بے شمار علوم کا مالک بن جاتا ہے۔ آج کی نئی تحقیقات نے ٹچنگ اور اسکرولنگ کے ذریعہ بڑا نام کمایا ہے اور اس سے کاموں کو آسان بنانے، معلومات کو حاصل کرنے، ڈیٹا تیار کرنے، بہت سی مشکلات اور حالات کا مقابلہ کرنے اور اوقات کو خرچ کرنے سے بے نیاز اور انسان کو کئی طرح سے مالا مال کر دیا ہے۔ دنیا اسے دور جدید کی تحقیق اور اختراع وایجاد گردانتی ہے۔ اسے کیا پتہ ہے کہ ابھی انسان نے اپنے دماغ سے جو کچھ نیا ایجاد کر رکھا ہے وہ تمام صلاحیتیں اور قوتیں انسان کے اندر پہلے سے حقیقی طور پر موجود ہیں جو اوریجنل اور مضبوط ہیں اور اسی کی نقالی اور اسی کا چربہ نکال کر انسان اس قدر ترقی یافتہ، ہنرمند اور اس قدر اکسپرٹ کہلا رہا ہے۔ دماغ کے خلیوں سے لے کر جسم کے ادنیٰ اور نازک اعضاء وجوارح اور اس کے گوشت پوست سے لے کر دیگر اعضاء رئیسہ تک اور حتی کہ رواں رواں تک کے اندر ایسی صلاحیتیں اور قوتیں ودیعت کر رکھی ہیں کہ جن کی نقالی کے لیے انسان اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر کے ڈپلیکیٹ اور عارضی مشینیں تیار کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو عطا کردہ ان ہی بے شمار قوتوں میں سے اہم قوتیں یہ حواس بھی ہیں؛ یعنی قوت سامعہ، قوت باصرہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ۔ ان میں سے ہر ایک کے اندر بے شمار قوتیں وطاقتیں انسان کے اندر رکھ دی گئی ہیں، پھر ان قوتوں کا آپس میں کیا تعلق ہے اور وہ ایک دوسرے کے لیے کس طرح معاون ومنسلک ہیں؟ اس سے قطع نظر ان کا انسان کے ذہن ودماغ اور قلب وجگر سے کس درجہ کنکشن ہے اور ان کے ذریعہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا کتنا مضبوط اور مربوط نظام قائم ہے؟ انسان اسی میں سرگرداں ہے اور اس کے کچھ

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی　مولانا طہ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
مسجد کا پیغام ہر خاص وعام کے نام	۸
منبر سے خطبہ وخطاب کے وقت عصا (چھڑی) کا سہارا لینا	۱۱
اوقاف: منظر اور پس منظر	۱۴
ہم زکاۃ کیسے نکالیں؟	۱۷
فتنۂ تشکیلیت اور ہماری ذمہ داری	۱۹
حافظ محمد سمیع اللہ عمری مدنی رحمہ اللہ	۲۱
آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم (رپورٹ)	۲۳
گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے	۳۱
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

علوم پر مطلع ہو کر تسخیر عالم کا دعویدار اور الحاد و دہریت کا علمبردار ہے۔ حالانکہ ان علوم کی ایجاد و اختراع نے اگر تعبیر صحیح ہے، اس بات کا موقع دیا ہے تو اس کے ساتھ بدیع السموات والارض، خالق کائنات و مالک ارض و سموات و من فیھن جس کا ایک جز حقیر و صغیر انسان بھی ہے اور جس کا ایک محدود ترین اور حقیر ترین حصہ یہ سائنس بھی ہے اگر وہ اس کا حقیقی طور پر قدر دان ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس عقل و منطق اور علم و فہم پر ایمان لاتا۔ عالم ہے تو علیم کو جاننا اور حکیم و صانع پر یقین جمانا کہ اسے حکمت و صنعت کا ذرہ بے مقدار ہی سہی ضرور عطا ہوا ہے اور وہ یقیناً اس زمرہ میں داخل ہو گیا ہے جس میں صاف صاف بتایا گیا اور درشایا گیا ہے۔ ''اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا''۔ (الفاطر:۲۸) ''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں''۔

آج انسان تبلیغ کر رہا ہے۔ بچہ کے پیدا ہوتے ہی یہ تعلیم و تربیت دی جارہی ہے اور اس کی گھٹی میں چھٹی کے دودھ کے ساتھ ہی یہ پلا دیا جارہا ہے کہ ہر میدان کی ایجادات واختراعات اور مصنوعات کے ہیرو اور صانع و خالق فلاں فلاں سائنسداں ہیں، بڑے بڑے اور مختلف انداز و اطوار کے جہاز فلاں انسان کے بنائے ہوئے ہیں، اتنی بڑی دیوھیکل مشینیں، بلڈنگیں، پل اور ٹاور سب فلاں فلاں انسانوں اور سائنسدانوں نے بنائے ہیں۔ اگر یہ سب پڑھایا، بتایا، سمجھایا اور دل و دماغ میں ڈالا جاتا ہے تو انسان اس کو بھی لگے بندھے اصول کے تحت جیسے آسمان و زمین کے بارے میں اس کو گمان ہے ویسے ہی تصور کرتا۔ اگر اس علیم و خبیر اور حکیم ذات بابرکات جس نے یہ سب بنایا ہے، سے روشناس کرایا جاتا تو دنیا کی حالت کچھ اور ہوتی۔ اور بے شمار ایجادات کا حقیقی فائدہ بھی خلق خدا کو پہنچ جاتا ''وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ'' (الذاریات:۲۱) ''اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'' ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا'' (محمد:۲۴) ''کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں''، ''اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ'' (آل عمران:۱۹۰) ''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں''۔ اس سلسلے کی آیتیں بکثرت ہیں۔

ان حسی مواد کے علاوہ کچھ معنوی حواس بھی ہیں جو کسی طرح اس سے کم نہیں ہیں اور انسان کو اس سے بھی بہت زیادہ مالا مال و نہال کیا گیا ہے اور اسے شعور و وجدان، دل و ضمیر، عقل و خرد وغیرہ الفاظ کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور انسان ان مخفی حواس اور قوتوں کا ادراک بھی رکھتا ہے بلکہ ایک مرحلہ میں انسان اسے ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور وہی اصل جوہر ہے۔ ورنہ حیوان بھی ان حواس خمسہ میں سے بہت سوں کا ادراک رکھتا ہے۔ اصل طرہ امتیاز انسان کے یہ داخلی حواس ہی ہیں جن کے مرنے سے انسانیت ہی مرجاتی ہے۔

مجھے ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

انسان کا ضمیر اگر مر جائے تو پھر انسانیت بھی مرجاتی ہے۔ خیر کے تمام کام بھی مرجاتے ہیں۔ انسان زمین پر چلتا ہوا گر چہ نظر آتا ہے مگر اب اس کا ظاہری وجود زمین پر بوجھ ہوتا ہے۔ یہی حال دیگر جواہر کا ہے جس کے وجود سے انسان انسان کہلانے کا مستحق اور اہل ہوتا ہے۔

انسان کی زندگی و بقا کے لیے حواس خمسہ کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ زندگی کا لطف اور صحیح فائدہ ان سب حواس کے زندہ اور باقی رہنے کا ہی مرہون منت ہے، ورنہ بے حس انسان کسی کام کا انسان ہی نہیں ہوتا۔ عام طور پر جس کی قوت ذائقہ خراب ہو جائے تو اس کی زندگی میں کوئی مزہ اور لطف نہیں ہوتا۔ قوت سماعت سے محروم یعنی نہ سننے والے کے لیے کہتے ہیں کہ بہرا ہے، مطلب یہ کہ وہ ہر چیز سے بے بہرہ ہے۔ آج ٹچنگ کی دنیا مشہور ہے لیکن اس قوت لامسہ یعنی چھونے کی صلاحیت سے اگر انسان محروم ہے یا تو سن ہو گیا ہے یا فالج زدہ ہے تو پھر اسے مفلوج و معذور اور لاچار مانا جاتا ہے۔ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوا تو صاف کہتے ہیں کہ اندھیر ہی اندھیر ہے اور قوت شامہ یعنی سونگھنے کی صلاحیت جب نہ رہ جائے تو پھر اس کو خیر و شر کی عدم تمیز کے لیے معروف کر دیتے ہیں۔ گویا کہ انسان کے زندہ رہتے ہوئے بھی اگر اس کے اندر سے وہ سب چیزیں یا ان میں سے بعض ختم ہو جائیں تو مردہ بشکل زندہ ہوتا ہے، لاخیر امانا جاتا ہے۔ لیکن جب انسان کے اندر احساس مر جائے، شعور و وجدان باقی نہ رہے، ضمیر اور دل بے حس و مردہ ہو جائے اور حیا و شرم ختم ہو جائے، تو وہ ان حواس خمسہ سے محروم انسان سے بھی زیادہ بدتر ہو جائے گا۔ تم دیکھتے نہیں ایک اندھا جو بینائی سے محروم ہے، مگر وہ بسا اوقات بہت سے بینا اور بصارت سے سرفراز لوگوں پر علم و فضل، اعمال و کردار اور فقہ و فہم میں یکتائے روزگار ہوتا ہے اور وہ

بصارت سے محروم شخص انوار بصیرت کے جلوے بکھیرنے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ کتنے ایسے ہکلے ہیں جو بڑے بڑے زبان آوروں سے زیادہ جادوئی وسحر انگیز کام کر جاتے ہیں۔ بعض بہرے اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ بہت سے سامعہ نوازی کرنے والے ان کی فہم وفراست کو نہیں پاسکتے۔ کتنے ہی زبان کے چٹخارے لینے والوں سے کہیں زیادہ قوت ذائقہ سے محروم لوگ لذت کام ودھن اور اشیاء کی دیگر حواس یا فطری دیگر صلاحیتوں کی وجہ سے زیادہ حلاوت وفرحت محسوس کرتے ہیں۔

آج انسان کی یہ سب چیزیں متاثر ہورہی ہیں جن سے نفس انسانیت اور اس کی کرامت وشرافت پر فرق پڑتا ہے۔ لیکن اگر احساس مرجائے تو شخص ہی نہیں جماعتیں اور قومیں مرجاتی ہیں۔ شعور وآگہی نہ ہو تو یہ بے شعوری انسان کو لے ڈوبتی ہے۔ قوم کی آنکھوں میں حیا نہ ہو تو پھر انسان درندہ بن جاتا ہے اور انسانیت ختم ہوجاتی ہے۔ منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اسی شعور کے فقدان کی بات کی ہے جس سے وہ شرار الخلق ٹھہرتے ہیں۔ اور آخرت میں اسفل السافلین یعنی جہنم کی نچلی سطح میں پھینک دیئے جائیں۔

دنیا کی کوئی قوم احساس کے مرنے کے بعد باقی نہیں رہتی اور نہ اسے کوئی زندہ و پائندہ رکھ سکتا ہے۔ اس وقت انسانیت اور خصوصا مسلمانوں کے احساس ذمہ داری کو جھنجھوڑنے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر یہ احساس وشعور جاگ گیا تو پھر دنیا کی ساری مشکلات حل ہوجائیں گی ، ساری نفرتیں ختم ہوجائیں گی، سارے ظلم مٹ جائیں گے اور روئے زمین مکمل طور پر امن واطمینان ، شانتی وسکون اور خوشی ومسرت کا گہوارہ بن جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر خوف و رجا جیسی ایک بڑی دولت ودیعت کی گئی ہے۔ خوف عام حالات میں انسان کے لیے اچھی چیز نہیں ہے، نہ عام انسانوں کے لیے عام حالات میں محبوب ہے۔ بلکہ معیوب ہے۔ لیکن وہ اماکن جہاں انسان کو ڈرنا چاہئے وہاں نہ ڈرنا انسان کو سب سے زیادہ پستی میں پہنچا دیتا ہے۔ اس وقت وہ ڈھیٹ، ظالم، بدتمیز و بے حس وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جانے لگتا ہے۔

انسان اگر غلط کام کرنے سے والدین کے سامنے ڈر جائے ، رشتہ داروں کے سامنے اس کام کو کرنے سے اس کا پسینہ چھوٹنے لگے، سپاہی پولیس اور حاکم وقت کے سامنے غلط کام کرنے کی جرأت نہ کرتا ہو تو اس کے شر سے اس کا نفس بھی بچتا ہے وہ خود سرخرو نظر آتا ہے اور کبھی کبھی تو صرف اس کے ارتکاب کے تصور سے دہل جاتا ہے کہ اگر وہ یہ غلطی کر بیٹھتا تو کتنا رسوا ہوتا اور کس قدر استہزا کا سزاوار ٹھہرتا؟ کتنے عار وشنار کا شکار ہوتا۔ وہ زمین میں گر جانا پسند کرتا ہے مگر ایسے کام کو کرنے سے ڈرتا ہے جس سے بدنامی ہاتھ آتی ہے اور جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہتا ہے۔ اب اس کا وجود ہی اپنے اوپر بوجھ لگنے لگتا ہے۔ بھلا بتاؤ! انسان اگر احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہونے کا تصور باندھے اور یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ہر معاملہ اور چھوٹے بڑے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے اس کے سامنے جواب دہی کرنی ہے تو پھر وہ برائی کرے گا؟

اگر یہی خوف الٰہی اور رب ذوالجلال کے سامنے جواب دہی کا احساس انسان کے اندر جاگ جائے تو انسان دنیا میں بھی کامیاب ہوجائے اور آخرت میں بھی رب کریم کے سامنے سب سے بڑی، کٹھن اور دل دہلا دینے والی جواب دہی سے بچ جائے۔ ایک مزدور، ایک آفیسر، ایک وزیر اور ایک مشیر اگر اپنے آقا اور ذمہ دار کے سامنے جواب دہی سے ڈرتا ہے اور اس کے پاس جانے سے کتراتا ہے مگر وہ اس کا ہر طرح کا حکم بجالاتا ہے مبادا مالک اور آنر کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔ اگر کورٹ کے کٹہرے سے باہر کردیا جاؤں اور بھری عدالت سے ملزم بنا دیا جاؤں تو اس سے اچھا ہے کہ اچھا کام کروں، محنت کروں، ڈیوٹی از بیوٹی کو سمجھ کر انجام دوں، فارملٹی پوری نہ کروں، دفع الوقتی نہ کروں بلکہ دل وجان اور پوری صلاحیت وقوت کو بروئے کار لاکر بہتر سے بہتر کارنامہ انجام دوں کہ کمپنی کے سامنے، منیجر کے سامنے اور مالک کے سامنے سبکی نہ اٹھانی پڑے اور شرمندگی نہ جھیلنی پڑے۔

افسوس اور تعجب ہے کہ وہ مالک جو ہمہ وقت دیکھ رہا ہے، جس کے تصرف میں ہماری کل قوت عقلیہ، جسمانیہ، روحانیہ اور علمیہ ہے، اور جو ہم خیر کریں یا شر اور بھلا کریں یا بُرا ہر حال میں ہم پر مطلع ہے، اس سے ہم کیسے سرتابی کرتے ہیں؟ کیوں کر خود سری کو جائز گردانتے ہیں؟ کیسے اس کے دیئے ہوئے وقت، دی ہوئی جگہ، عطا کی ہوئی روحانی وجسمانی، عقلی ودماغی اور ذھنی ودلی طاقتوں کے باوجود اس سے نہیں ڈرتے؟ ڈھٹائی اور بے حیائی کی کوئی حد بھی ہوتی ہے کہ

ایک تو ہم اسی کی دولت کو اسی کے خلاف اور اسی کی زمین پر اسی کے عطا کردہ وقت اور طاقت سے اور اسی کے سامنے نافرمانی و منمانی کرتے ہیں۔ یعنی ناشکری اور جسارت کی انتہا۔ چوری ہی نہیں دن دھاڑے قزاقی، سینہ زوری اور اوپر سے اسے نظروں سے اوجھل مان کر اور انجان بن کر نافرمانی کریں، تعجب و تحیر کی انتہا تو یہ ہے کہ اس کے سامنے جب اس کی ملکیت اور حاکمیت کے علاوہ کوئی حکم، حاکم اور حاکمیت وملکیت نہ ہوگی اور اس کے سامنے لامحالہ ہر حال میں حاضر ہونا ہے، اس کے سامنے ٹھہرنا ہے، اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور جہاں تمام جبابرہ عالم اور ظالمان وحکمران کی گردنیں جھکی ہوں گی اور پرکاہ کے برابر بھی کسی کو جنبش اور سر ہلانے کی جرأت، ہمت، مہلت اور سکت نہ ہوگی تو پھر اس واحد وقہار، جبار ومہیمن اور مقتدر ومنتقم کے سامنے کھڑا ہونے پر یقین کیوں کر نہیں ہوتا اور وہاں کھڑے ہونے اور جواب دہی سے انسان آخر ڈرتا کیوں نہیں؟ جان رکھو! آج جو اس کے سامنے جوابدہی سے ڈر گیا وہ ہمیشہ کے لیے دنیا وآخرت دونوں جگہ میں ابھر گیا۔ جو اس دن کے خوف، اس کے منظر اور اس مسئولیت کے احساس سے سرشار ہوکر نفس کے دھوکے، اس کی خواہشات اور اس کے احساسات سے ڈر گیا وہ کامیاب وکامران ہوگیا، جنت الفردوس میں جاگزیں وبالانشین ہوگیا اور وہ خلد بریں کا مکیں ہوگیا۔ اسی کو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے ’’وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ‘‘۔(النازعات:۴۰-۴۱)’’ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے‘‘۔

ذرا غور کرو کہ تمہارا آقا ومولیٰ تمہیں کیسے اور کس طرح سے چوکنا اور ہوشیار کرتا ہے اور ظالموں سے زمین کو چھین کر اس پر کیسے تم کو آباد کرتا ہے؟ ’’وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِم ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ‘‘ (ابراہیم:۱۴)’’اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے یہ ہے ان کے لیے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں‘‘ یعنی جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے اور جواب دہی کے ڈر سے خوف زدہ ہوگیا اور قرآن کریم کے منہیات اور ممنوعات سے بچ گیا اسے ضرور زمین پر بسائیں گے، خلافت ارضی کا حقیقی مصداق بنائیں گے اور رب کا وعدہ ’’لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ‘‘(ابراہیم:۱۳) ’’ان ظالموں کو ہم ہی غارت کردیں گے‘‘ پورا ہوکر رہے گا۔

آج اگر ہم خود اللہ تعالیٰ کی زمین پر مغلوب ہیں، زمین ہمارے پیروں سے کھسکنے لگی ہے اور اپنی وسعتوں کے باوجود ہم پر تنگ ہورہی ہے تو ایسا تو نہیں کہ ہم بھی کسی نہ کسی معنی میں ظالم ہوگئے ہیں؟ یہ بھی ایک بڑا لمحہ فکریہ اور اللہ تعالیٰ سے اور اس کے عقاب وعذاب سے ڈر کا مقام ہے۔ دیکھو! پھر تاکید ہورہی اور ترہیب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خوف یاد دلایا جارہا ہے تاکہ تم کو اس کی عظیم نعمت جنت الفردوس حاصل ہوجائے۔ ’’وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ‘‘(الرحمٰن:۴۶)’’جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں‘‘۔ انسان لاکھ نسیان کا شکار ہوجائے، لاکھ کج ادائیاں کرلے جائے مگر جس دن اور جس لمحہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر جائے وہ سدھر جائے گا۔ یوں تو انسان کے راہ راست پر قائم ودائم رہنے کے لیے اللہ جل جلالہ پر ایمان اور ان کے اسما حسنیٰ وصفات علیا کی پہچان ہی کافی ہے، مگر قیامت کے دن اور آخرت پر ایمان ایک ایسا رکن ایمان واعتقاد ہے جو انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے سب سے عظیم ہے اور دنیا کے سارے جھنجھٹوں سے دور رہنے اور تمام برائیوں سے بچنے کا اہم طریقہ وذریعہ ہے۔ اگر یہ جوہر اور صفت کسی انسان کے اندر پیدا ہوگئی تو پھر وہ ہمیشہ کے لیے تمام قباحتوں اور برائیوں سے بچ جائے گا اور ہر طرح کی خیر وفلاح اور فوز ونجاح سے شادکام ہوجائے گا۔ اسی تقویٰ کو تمام اچھائیوں اور حسنات کی بنیاد اور ملاک الامر قرار دیا گیا ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ہی ہماری تمام تر محبتوں کے مستحق ہیں اور عزت وتوقیر اور تعظیم کا موجب صرف ان کا جاہ وجلال ہے اور اسی کی ہیبت و عظمت اور عذاب وعقاب کا خوف سب سے بڑا ہے۔ ان دونوں باتوں کا شعور اگر انسان کے اندر پیدا ہوجائے تو پھر وہ رب کا سب سے مقرب ومحبوب اور سرخرو بندہ بن جائے گا۔

میں نے بہت سے چھوٹے بچوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے کسی اقدام پر ممتا سے بھری ماں کی چشم وابرو پر نظر رکھتے ہیں کہ اس کی محبت کے آئینوں پر کوئی بال نہ آجائے۔ اپنی انا واقدام پر لگام لگائے رہتا ہے کہ ماں ناراض نہ ہوجائے اور غصہ پھوٹنے پر وہ سزا کا مستحق نہ ٹھہرا دیا جائے، بعض ضدی معصوم

بچے بھی ایسا کرتے دیکھے جاتے ہیں۔حالانکہ منبع رحمت ورأفت تو رب حقیقی و دائمی ہے جو الطف وارحم ہے جبکہ والدین عارضی ومجازی رب ہیں، پھر بھی ہوش وحواس اور بسلامتی عقل وخرد انسان کیسے ایسے ارحم الراحمین کو ناراض کرنے کی جرأت کرتا ہے؟ جو شدید العقاب، سخت ناراض ہونے والا ہے، معاف کرنے والا، بخش دینے پرخوش ہونے والا اورعفو ودرگذر کرنے والا ہے۔اس سے شرم نہ کھانے والا اوراس کے سامنے ڈھٹائی دکھانے والا اور اصرار کیے جانے والا بھلا اس کے عذاب سے کیسے بچ سکتا ہے؟ آخر اس کی نافرمانی کرنے والا، اپنے گناہوں پرندامت وشرمندگی کا اظہار نہ کرنے والا اور معافی نہ مانگنے والا اس کی عظمتوں کے سامنے ذہل جانے والا کیسے بن جاتا ہے؟ یہ دنیا کا سب سے زیادہ احمقانہ اور ابلہانہ عمل ہے جس کی سزا اسے جھیلنا عین انصاف اور عدل ہے۔’’وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْد‘‘(فصلت:۴۶)’’اورآپ کا رب بندوں پرظلم کرنے والانہیں‘‘۔

دنیا کوتو چھوڑو، مسلمانوں کا معاملہ بھی زیادہ تشفی بخش نہیں ہے۔ہم جانتے ہیں کہ ایمان کا اہم رکن یوم آخرت پر ایمان اور رب کے سامنے جواب دہی ہے۔’’فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه.وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه‘‘، (الزلزلۃ:۷-۸)’’پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا‘‘؛’’يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ‘‘(المطففين:٦) ’’جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے‘‘۔اس جیسی آیات وآحادیث پر ایک مسلمان کا پختہ ایمان ویقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور جواب دینا ہے، اس دن کوئی وکیل ہوگا، نہ معین، نہ یار، نہ مددگار، اپنے بیگانے ہوں گے، نہ مال نفع دے گا نہ اولاد وا حفاد کام آئیں گے۔’’يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ‘‘ وَّلَا بَنُوْن‘‘ (الشعراء:۸۸)’’جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔‘‘ہاں جس نے عقل سلیم سے کام لیا ہوگا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کو علیم وبصیر مانا ہوگا اور اس کے سامنے اس کی زمین پر گناہ کرنے سے اپنے آپ کو روک لیا ہوگا، اپنے آپ کو برائیوں اور خواہشات نفسانی سے بچالیا ہوگا اور اسے آخرت کی فکر دامن گیر ہوگی تو وہ کامیاب وکامران ہوجائے گا۔

مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے تو نماز بھی کبھی ترک نہیں کرسکتا، زکوۃ دینے میں کوتاہی نہیں کرے گا، روزہ رکھنے کو سعادت سمجھے گا، حج بیت اللہ کے واجب ہوتے ہی اس کی ادائیگی کے لیے جتن کرے گا، خلوت وجلوت میں ارتکاب معاصی سے پرہیز کرے گا، رشتہ کاٹنے سے بچے گا، والدین کے حقوق کی ادائیگی میں سب کچھ قربان کردے گا، مگر اس سے منہ نہیں موڑے گا۔پڑوسیوں کا حق ادا کرے گا، مزدور مالک کے مال، وقت اور اپنے عمل میں خیانت نہیں کرے گا، نہ مالک اپنے مزدوروں، ورکروں، کارکنوں، نوکروں اور موظفین کی مزدوری میں کمی کرے گا اور وہ ان پر سختی کرنے سے باز رہے گا۔ان کے خون پسینہ بہانے پر اس کے حق میں بہتر سوچے گا، اس سے اچھا برتاؤ اور معاملہ کرے گا، وہ حسن معاملگی میں ضرب المثل بن جائے گا اور مزدور کے بارے میں جو مصرع اور مثل مشہور ہے اس کے مصداق ہوگا کہ’’ مزدور خوش دل کند کار بیش‘‘۔اور سب سے بڑی چیز اپنی ابدی ودائمی زندگی کی ساری ہلاکتوں، قباحتوں، کلفتوں اور عذابوں سے بچ جائے گا اور اس کا رب اس سے خوش ہوجائے گا۔جس طرح وہ آخرت کے غم واندوہ سے نجات پائے گا اور بہت ساری جواب دہی اور پرسش وسوالات سے محفوظ ہوگا، اسی طرح دنیا کی چندروزہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے خوف ومحبت سے سرشار ہوکر اور نفس کو قابو میں رکھنے اور اس کو برائیوں سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں امن وچین، اطمینان وسکون اور خوشگوار زندگی سے شادکام کیا جائے گا اور غم ایام سے اسے چھٹکارا حاصل ہوگا۔آج اگر ایسا ہوجائے تو دنیا سے کرپشن ختم ہوجائے، لوٹ مار، عصمت دری، دھوکہ دھڑی اور ملاوٹ سوہان روح نہ بنے اور ملک وملت اور انسانیت کے تمام معاملات بہترین ہوجائیں۔

ضرورت ہے اس وقت مسلمانوں اور انسانوں کو اپنے احساس وضمیر کو جھنجھوڑنے کی، تاکہ خالق ومخلوق کا حق پامال نہ ہو اور انسان انسانیت سے گرکر اسفل السافلین تک نہ پہنچ جائے۔بلکہ پیش خالق وخلق وہ سرخرو ہو۔خصوصا اس دن جس دن’’يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ‘‘ وَّلَا بَنُوْن‘‘ (الشعراء:۸۸) وصلى الله على النبى الكريم

☆☆☆

مسجد کا پیغام ہر خاص وعام کے نام

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

اسلام میں مساجد کی اہمیت تسلیم شدہ ہے۔مسلمانوں کی زندگی میں مسجد کا بڑا اعلیٰ وبالا مقام ہے۔اس کی پرانی تاریخ ہے اور قائدانہ کردار ہے۔ہر خاص وعام کے نام اس کا یہی پیغام ہے کہ وہ اسے آباد کرے۔اس کی آرائش وزیبائش کے بجائے اسے روحانیت کا مرکز بنائے۔عبادات کی ادائیگی کے علاوہ وہاں سے اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت بھی ہو۔لیکن افسوس کہ مسلمانوں کی اکثریت مساجد کی تاریخ،ان کے احکام اور اس کے حقوق سے قطعاً ناواقف ہے۔ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو سب سے پہلے اسلام کے دارالحکومت میں مسجد کے پروجیکٹ کی تنفیذ فرمائی تاکہ یہاں مالک حقیقی سے رشتہ استوار رکھنے کے علاوہ اسلامی دعوت کی کارروائی جاری وساری ہو،مومن روحوں کی تربیت کی جائے اور صاف سچے دل ہدایت یاب ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کی تعمیر اس لیے کی تاکہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بنے،اس کے امام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور ابوبکر صدیق،عمر بن الخطاب،عثمان غنی،علی مرتضیٰ،ابی بن کعب،معاذ بن جبل،زید بن ثابت رضی اللہ عنہم آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کریں۔ان کا نصاب تعلیم وحی الٰہی اور مقصد قیام اللہ کے کلمے کی سربلندی قرار پایا۔چنانچہ دنیا نے اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ یہاں سے بہادر فاتحین اسلام تربیت پاکر نکلے جنھوں نے انسانی دلوں اور عقلوں کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد کرایا،لوگوں کو گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نور اور روشنی کی فضا میں لاکر کھڑا کیا اور تاریخ کا دھارا ہی موڑ دیا۔

اللہ سے ڈریں،مسجد کے مقام کو پہچانیں اور اس کے حقوق ادا کریں۔وہ اللہ کے گھر،نزول رحمت کی جگہ اور فرشتوں اور نیک بندوں کی ملاقات کی جگہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مساجد کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔چنانچہ فرمایا: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن:۱۸) ترجمہ:’’اور یہ مسجدیں صرف اللہ کے لیے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔‘‘

یعنی مسجدیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے لیے ہیں اس میں کسی اور کی عبادت نہ کرو۔سچے دل سے اس سے دعا کرو۔اسی کی عبادت کرو۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مساجد میں غیر اللہ کی عبادت کب کی جاتی ہے جو اس سے منع کیا گیا ہے؟ ہاں کیوں نہیں۔اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے شیطان نے اپنے بہت سے چاہنے والوں پر معاملہ خلط ملط کردیا ہے اور ان کی بدعملیوں کو مزین کرکے پیش کیا ہے چنانچہ وہ اللہ کے گھروں میں اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور انہیں غیر اللہ کی پرستش کا مرکز بنادیتے ہیں۔اور ان مردوں کو بڑے بڑے القاب سے مشہور کردیتے ہیں،انہیں ولی اللہ گردانتے ہیں پھر لوگ ان کی پوجا کرنے لگ جاتے ہیں،انہیں نفع ونقصان کا مالک سمجھ بیٹھتے ہیں،ان سے مدد مانگتے ہیں اور اپنی حاجتیں وضرورتیں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں جبکہ وہ کیا انہیں تو اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار حاصل نہیں۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یونس:۱۰۷) ترجمہ:’’اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں۔وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔‘‘

ذرا سوچ کر دیکھیں کہ اس سے بڑی گمراہی یا بیوقوفی کوئی ہوسکتی ہے؟ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (الاحقاف:۵) ترجمہ:’’اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔‘‘

مساجد میں قبروں کی ابتداء فاطمی شیعوں نے کی جن کا مقصد اس سے اسلام کا خاتمہ اور مسلمانوں کے درمیان بت پرستی کو رواج دینا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور انہیں بدترین مخلوق قرار دیا۔جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات کے موقعہ پر فرمایا: یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو،انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیا۔

مسجدیں اللہ کے گھر اور انہیں آباد کرنے والے ان کی دیکھ بھال کرنے والے اللہ کے ولی اور مخلوق میں سے اس کے محبوب ترین بندے ہیں۔اللہ نے ان کے ایمان کی گواہی خود دی ہے،چنانچہ فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبۃ:۱۸) ترجمہ:’’اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں،زکوٰۃ دیتے ہوں،اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں،توقع ہے یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ دشمنان اسلام چاہے وہ کسی بھی دین ودھرم سے تعلق رکھتے ہوں،

مسجدوں کو آباد دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ انہیں نہ تو ان کی تعمیر پسند ہے اور نہ ہی اہل توحید مسلمانوں کے ذریعہ انہیں آباد رکھنا۔ کیونکہ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ یہ مسجدیں ان کے وجود کے لیے ایک چیلنج سے کم نہیں ہیں اور وہ ان کی من مرضی چلانے کے درمیان حائل ہیں۔ اس لیے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ زمین پر مسجدوں کا وجود رہنے نہ پائے اگر یہ نہ ہو سکے تو انہیں ویران تو کر ہی دیا جائے۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والے لوگ اول درجے کے ظالم ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ” وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ “ عَظِيْمٌ ”(البقرۃ:۱۱۴) ترجمہ: ”اس شخص سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیے جانے کو روکے۔ ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو خوف کھتے ہوئے ہی اس میں جانا چاہیے۔ ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کو آباد رکھنے والے مؤمن لوگوں کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا: فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (النور:۳۶۔۳۷) ترجمہ: ”ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔“

اللہ کے گھروں کو آباد کرنے والے وہ ہیں جو پنجوقتہ نمازوں کی مسجد میں باجماعت ادائیگی کرتے ہیں، مؤذن کی پکار سننے کے بعد انہیں کوئی چیز مسجد میں آنے سے نہیں روکتی۔ وہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: جو اذان کی آواز سن کر بھی بغیر عذر مسجد میں نہیں آتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔(ابوداود) مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ مسلمان ہو، تو وہ ان پانچوں نمازوں کی محافظت کرے، جب ان کی اذان دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدایت کے راستے مقرر کردیے ہیں، اور یہ نمازیں ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ تم میں کوئی بھی ایسا نہ کرے گا جس کی ایک مسجد اس کے گھر میں نہ ہو جس میں وہ نماز پڑھتا ہو، اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھوگے اور اپنی مسجدوں کو چھوڑ دوگے تو تم اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دوگے، اور اگر تم اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دوگے تو گمراہ ہو جاؤ گے، اور جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر نماز کے لیے چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے عوض جسے وہ اٹھاتا ہے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، یا اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، یا اس کے عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے، (راوی کا بیان ہے) میں نے اپنے لوگوں کو دیکھا ہے جب ہم نماز کو جاتے تو قریب قریب قدم رکھتے، (تاکہ نیکیاں زیادہ ملیں) اور میں نے دیکھا کہ نماز سے وہی پیچھے رہتا جو منافق ہوتا، اور جس کا منافق ہونا لوگوں کو معلوم ہوتا، اور میں نے (عہد رسالت میں) دیکھا کہ آدمی کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دے کر (مسجد) لایا جاتا یہاں تک کہ لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح شام بار بار حاضری دیتا ہے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرے گا۔ وہ صبح شام جب بھی مسجد میں جائے۔(بخاری) میدان محشر جس میں اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ جن سات لوگوں کو اپنے سائے میں جگہ دے گا ان میں وہ شخص بھی ہوگا جس کا دل مسجد سے لگا رہتا ہے۔ مسجد سے لگاؤ رکھنے والے اللہ کے بندے عارضی دنیا اور اس کے لہو ولعب میں جی لگا کر پروردگار کے احکام کی بجا آوری سے غافل نہیں ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کا یہ تعلق محبت، لگاؤ، شوق، ڈر، امید، خلوص، توکل، عاجزی وانکساری کے سبب ہوتا ہے۔ اللہ سے تعلق ایک مؤمن کا سب سے بڑا مقصد اور واقعی نجات کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان مسجد کو نماز اور ذکر الٰہی کے لیے اپنا گھر بنالے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کہ کوئی شخص بہت دن غائب رہنے کے بعد گھر واپس لوٹے، تو گھر والے خوش ہوتے ہیں۔(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک (انسانی) آبادیوں کا پسندیدہ ترین حصہ ان کی مسجدیں ہیں، اور اللہ کے ہاں (انسانی) آبادیوں کا سب سے ناپسندیدہ حصہ ان کے بازار ہیں۔(مسلم)

اسلام میں مساجد کے مقام ومرتبہ کے پیش نظر ان کے کچھ حقوق وآداب ہیں اسی طرح جو ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں ان کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں جن کی معرفت ہر مسلمان کے لیے ضروری اور ان کی پاسداری لازمی ہے۔ اسی طرح ان کے مطابق عمل کرنا بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ تحیۃ المسجد: مسجد میں داخل ہونے پر تحیۃ المسجد دو رکعت نماز کی ادائیگی مسنون ہے جیسا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔(بخاری ومسلم)

۲۔ سکون واطمینان کا خصوصی خیال: نظم وضبط اور سکون واطمینان امت محمدیہ کا خصوصی امتیاز ہے اور مسجدیں ہماری زندگی کے سب سے بڑے ثقافتی مظاہر اور معماری تنصیبات ہیں۔ ایک مسلمان مسجد میں اپنے شہنشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا مسجد میں آنے والوں کے لیے یہ کسی طرح بھی درست نہیں کہ وہ ان میں اپنی آواز بلند کریں اور اپنے بھائیوں کو تشویش میں مبتلا نہ کریں کیونکہ یہ امن وسکون کا سرچشمہ ہیں اور ان میں شور وغوغا کرنے والوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھے

ایک شخص نے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے کہا کہ جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لیکر آؤ۔ میں انہیں لیکر آیا تو کہا: تم کون ہو؟ یا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: اہل طائف سے۔ تو فرمایا: اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تمہیں درد دیتا، تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں بلند کررہے ہو۔ (بخاری)

۳۔آخرت کی تجارت کے بازار: ہماری مسجدیں آخرت کی تجارت کے بازار ہیں نہ کہ دنیاوی کاروبار کے۔ مسجدیں آباد کرنے والے، آخرت کے تاجر ہیں جبکہ بازاروں کو آباد کرنے والے دنیا کے کاروباری۔ مسجدیں نہ صرف یہ کہ آخرت کے بازار ہیں بلکہ جنت کے بازار اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفع بخش تجارت کے مراکز ہیں۔ کیونکہ یہ مؤمن روحوں اور سکون واطمینان والے دلوں کے بازار ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جب تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں برکت نہ دے اور جب کسی کو مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرتے دیکھو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا سامان واپس نہ کرے۔ (ترمذی) اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی شخص کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو اسے کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری چیز نہ لوٹائے کیونکہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنی ہیں۔ (مسلم) اگر ان سب چیزوں کی اجازت دے دی جاتی تو مسجدیں پروپیگنڈے ، اعلان، شوروغوغا کی جگہیں بن جاتیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مخالف، مسجد کے پیغام اور زندگی میں اس کے مشن کے خلاف ہے۔

افسوس کہ بعض لوگ مسجد کو اپنے ذاتی فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں یا ایسے افکاروخیالات کی نشرواشاعت کا ذریعہ بناتے ہیں جو فتنوں کا سرچشمہ اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ یہ سب دین خالص کے اصولوں کے خلاف اور اللہ کے فرمان: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (مسجدیں اللہ کے لیے ہیں تو تم ان میں کسی اور کو نہ پکارو۔) سے متصادم ہے۔

۴۔صف اول میں نماز پڑھنے کی کوشش: ایک مسلمان کی ہمیشہ یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اجر عظیم کی نیت سے پہلی صف میں نماز ادا کرے۔ البتہ مسجد میں وہ اپنے لیے کوئی جگہ خاص نہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر کسی خاص جگہ کو اپنے لیے متعین کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مسجد کے صحیح پیغام کو عام کرنے کے بجائے آج لوگ مسجدوں کو عالیشان بنانے اور ان پر فخر ومباہات میں لگے ہوئے ہیں۔ جبکہ مسجد کا پیغام یہ ہے کہ وہاں سے اعلیٰ درجے کی علم ومعرفت سے مزین اور بیداری اور جاگروکتا سے سرشار نسل پروان چڑھے۔ مفسر قرآن، محدث، فقیہ، خطیب اور مفتی سب مسجد سے بن کر نکلیں۔ ماضی گواہ ہے کہ دنیا کی قیادت کرنے والے اور انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے لوگ مسجد ہی کے پروردہ تھے۔ خلفاء راشدین جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اعلیٰ درجے پر فائز تھے وہ کہاں سے نکلے؟ انہوں نے کہاں تعلیم پائی؟ یہ کسی سے بھی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ وہ بکریوں کے چرواہے تھے لیکن مٹی اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی مسجد نبوی سے تربیت پاکر دنیا کے قائد ورہنما بن گیے۔ جبکہ آج کی مسجدیں جو اعلیٰ فن تعمیر کا نمونہ اور زیب وزینت اور سامان راحت وآسائش سے ہر طرح آراستہ وپیراستہ ہیں ان کا ملت کی تعمیر وترقی، عظمت وشوکت کی بازیابی کے لیے کوئی کردار ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ تو صرف ذاتی شان وشوکت اور فخر ومباہات کا سامان ہیں۔ آج مسلمانوں کو جن چیلنجز کا سامنا ہے اور جن ناگفتہ بہ حالات سے وہ دوچار ہیں، ان سے باہر نکالنے کے لیے ان کی کوئی مؤثر کارکردگی ہے؟ اسلام کے خلاف جو فکری جنگیں اور تباہ کن لہریں چل رہی ہیں، کیا ہماری مسجدوں نے ان کے سامنے کوئی باندھ بنانے کی کوشش کی ہے؟ اس کا جواب ہر کوئی جانتا ہے کہ اس میں ان کا کوئی رول یا شراکت نہیں ہے۔ ایک بار نہیں، ہزار بار کچھ نہیں ہے۔ یہ کتنا افسوسناک پہلو ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لیے ہے کہ ہم نے اپنی مسجدوں کو اینٹ، روڑی، سریا، سیمنٹ اور دیگر مضبوط میٹیریل سے تو تعمیر کیا ہے اور ہر طرح کی آرائش وزیبائش کا خیال رکھا ہے لیکن مسجد کی جو اصل روح یعنی ذکر اللہ اور دعا سے آباد نہیں کیا۔ ہم نے رنگ وروغن، ٹائل وسنگ مرمر سے ان ظاہری خوبصورتی میں اضافہ تو کیا ہے لیکن تلاوت قرآن کریم کی روح پرور فضاؤں سے آباد نہیں کیا اور اس سلسلے میں ہم نے اپنے اسلاف کے اسوہ ونمونہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے سلسلے میں فخر ومباہات نہ کرنے لگیں گے۔ ہمارا آج مساجد کے تئیں یہی رویہ ہے۔ مسجدیں آج فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ پیش کررہی ہیں اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کو چکاچوند کررہی ہیں لیکن ان کا اصل پیغام غائب ہے اور مقصدیت فوت ہوگئی ہے لہٰذا اس کی روشنی ماند ہی نہیں پڑی بلکہ یکسر بجھ گئی اور کردار دھندلا گیا ہے۔

مساجد کے سلسلے میں فخر ومباہات قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ کیونکہ امت جب کمزور ہوگئی، مرض میں مبتلا ہوگئی اور اصل جوہر کے بجائے ظاہر کی طرف اس کی توجہ ہوگئی اور مغز کے بجائے چھلکے کو سب کچھ سمجھ لیا، کیفیت کی جگہ کمیت نے لے لی تو اس کا ستارہ غروب ہوگیا اور وہن، حیرانی وپریشانی اور درماندگی درآئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا تو فرمایا: میں یہ مسجد لوگوں کو بارش سے بچانے کے لیے بنارہا ہوں لہٰذا تم اسے لال پیلا نہ کرنا کہ کہیں لوگ (اس کی ظاہری خوبصورتی کی وجہ سے) فتنے میں نہ پڑ جائیں۔ (بخاری) اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد کی اہمیت، اس کے پیغام کو سمجھنے کی توفیق بخشے اور ظاہری آرائش وزیبائش کے چکر میں پڑ کر اس کی روحانیت کو ختم کرنے سے بچائے۔ آمین

☆☆☆

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

منبر سے خطبہ وخطاب کے وقت عصا (چھڑی) کا سہارا لینا

صحیح مسلم (۲/۴۰۵/۷۳۸۶) میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث قصہ جساسہ ودجال سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آنے، اسلام لانے اور بیعت کرنے کے وقت مسجد نبوی میں منبر موجود تھا، اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے وقت اپنے ایک بحری سفر کا واقعہ اور ایک جزیرہ میں ایک عجیب الخلقت جانور ''جساسہ'' اور ایک مدعی دجال شخص سے ملنے اور اور اس کا عجیب وغریب قصہ بیان کیا، یہ حدیث طویل ہے، اس میں منجملہ امور مدعی دجال شخص کے قصہ میں ہے کہ ''اس نے کہا میں مکہ وطیبہ میں داخل نہیں ہوسکتا...''

تمیم داری کے بیان کردہ واقعہ سے صحابہ کو مطلع کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت نماز کے بعد مسجد نبوی کے منبر سے صحابہؓ کو خطاب فرمایا، اور تمیم داریؓ کے بیان کردہ قصہ کی تفصیلات بیان فرمائیں، مدعی دجال شخص نے جو یہ کہا تھا کہ میں مکہ وطیبہ میں داخل نہیں ہوسکتا، تو اس کی طیبہ سے کیا مراد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دے کر بیان فرمایا کہ اس سے مراد یہی مدینہ ہے، اور تین بار کہا کہ: هذه طيبة، هذه طيبة، هذه طيبة یہ کہتے ہوئے ہر بار آپ منبر پر چھڑی سے (جو منبر سے خطاب کرتے وقت آپ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے) ٹھونکا مارتے، وطعن بمخصرته فى المنبر اس حدیث سے منجملہ امور مندرجہ ذیل یہ دو امر بھی ثابت ہوتے ہیں۔

امر اول: یہ کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ (جن کا ۹ھ میں اسلام لانا اور خدمت نبوی میں آنا معروف ہے) ان کے (۹ھ میں) اسلام لانے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے وقت بلکہ اس سے پہلے سے۔ مسجد نبوی میں منبر موجود تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ وخطاب فرمایا کرتے تھے۔

یہ امر صحیح بخاری میں مروی حدیث افک سے بھی ثابت ہے، جو سنہ ۵/۶ھ کا واقعہ ہے، کیونکہ اس میں بھی یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنگین معاملہ میں ایک روز مسجد میں منبر سے صحابہؓ کو خطاب فرمایا تھا، حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث میں منبر کے ذکر کو مجاز پر محمول کرنے کی جس احتمالی تاویل کا ذکر کیا ہے، اور جس کو علامہ البانی رحمہم اللہ نے بھی (الضعیفہ ۲/۳۸۳) میں نقل فرمایا ہے، تو اس تاویل پر نہ حافظ ابن حجرؒ مطمئن ہیں، نہ اس پر علامہ البانیؒ کو اطمینان ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اسے اگر مگر کے الفاظ میں یوں ذکر کیا ہے:

فان حمل على التجوز في ذكر المنبر، والا فهو أصح مما ذكر

اور علامہ البانیؒ فرماتے ہیں: وسواء ثبت هذا الجمع اولم يثبت درحقیقت اس حدیث میں منبر کے ذکر کو مجاز پر محمول کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے، منبر کی صراحت ہے اس لئے حقیقی اور معہود منبر ہی مراد ہے، جو اس وقت موجود تھا۔

اسی طرح مذکورہ بالا دونوں حدیثوں۔ حدیث جساسہ وحدیث افک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنن ابوداؤد (باب اتخاذ المنبر) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول اول تمیم داری نے منبر بنایا، سو وہ مرجوح ومخدوش ہے، یہ حدیث نہ صحیحین میں سے کسی میں ہے، نہ صحیح درجہ کی ہے، یہ ابوداؤد کی حدیث ہے اور اصولی وفنی طور پر صحیح نہیں زیادہ سے زیادہ حسن الاسناد ہے، اس کی سند میں ایک راوی عبدالعزیز بن رواد ہیں جن کے حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ ''صدوق ربماوهم'' اور اس درجہ کے راوی سے مروی حدیث از روئے اصول صحیح درجہ کی نہیں ہوتی نیز یہ حدیث صحیحین کے خلاف بھی ہے، لہٰذا صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیثوں سے جو ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں منبر حضرت تمیم داری کے سنہ ۹ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے سے پہلے سے موجود تھا وہی صحیح اور راجح ہے۔

امر ثانی: مذکور الصدر حدیث، حدیث قصہ جساسہ سے دوسرا امر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے خطاب فرماتے وقت عصا یا چھڑی کا سہارا لیتے تھے، یا ہاتھ میں عصا یا چھڑی رکھتے تھے، یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی وعادات میں سے ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں منبر سے خطبہ وخطاب فرماتے وقت ہاتھ میں عصا یا چھڑی رکھتے تھے، اور اس کا سہارا لیتے تھے، لہٰذا خطیب جمعہ کا بوقت خطبہ ہاتھ میں عصا یا چھڑی رکھنا اور اس کا سہارا لینا سنت نبوی کے مطابق ہے، یہ سنت نبوی کے خلاف نہیں ہے۔

اس موضوع پر ناچیز نے اس سے پہلے بھی ایک مضمون لکھا تھا جو ماہنامہ آثار (جامعہ اثریہ دارالحدیث) میں شائع ہوا تھا، اس میں راقم نے اس امر کے ثبوت کے لئے بنیادی دلیل حکم بن حزن رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پیش کی تھی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال (الحكم بن حزن) وفدت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم سابع سبعة أو تاسع تسعة، فدخلناعليه، فقلنا يارسول

اللہ: زرناك فادع لنا بخير فأمرينا، أو أمرلنا بشئي من التمر، والشان اذ ذاك دون۔ فأقمنا بها أياما، شهدنا فيها الجمعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام متوكئا على عصا أوقوس، فحمدالله، واثنى عليه...الخ (سنن ابى داؤد مع العون ج۳/ص۳۱۳، باب الرجل يخطب على قوس والبيهقي: ۲۰۶/۳، مسنداحمد: ۲۱۲,٤)

حکم بن حزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم سات یا نو افراد پر مشتمل وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ کھجوریں دینے کا حکم فرمایا، کیونکہ اس وقت کچھ تنگی تھی۔ والحال اذذاك دون ہم نے مدینہ میں چند ایام قیام کیا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی آپ کی اقتداء میں) جمعہ پڑھا، آپ (خطبہ جمعہ کے لئے) کھڑے ہوئے۔ اس حال میں کہ عصا یا کمان کا سہارا لئے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ الخ

اس حدیث کو حافظ ابن حجر اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے حسن الاسناد قرار دیا ہے۔ (التلخیص الحبیر :۱۳۷، الضعیفہ :۳۸۱/۲)

اس حدیث سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے خطبۂ جمعہ دیتے وقت عصا یا چھڑی کا سہارا لینے کا ثبوت یوں ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا کہ سنہ ۹ھ سے بہت پہلے مسجد نبوی کے لئے منبر بنایا جا چکا تھا جو مسجد نبوی میں رکھا ہوا موجود تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ وخطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور جیسا کہ مندرجہ ذیل قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ ۹ھ میں غزوہ تبوک غزوہ عسرہ کے پس وپیش زمانہ میں خدمت نبوی میں آئے تھے، جبکہ مسجد نبوی میں منبر موجود تھا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسی منبر سے خطبۂ جمعہ دیتے تھے، تو ظاہر ہے کہ حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس جمعہ وخطبہ جمعہ میں شریک تھے، وہ خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے دے رہے تھے اور حضرت حکم بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت عصا یا کمان کا سہارا لئے ہوئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر سے خطبہ جمعہ دیتے وقت عصا وغیرہ کا سہارا لینا ثابت ہو گیا، لہٰذا منبر سے خطبۂ جمعہ دیتے وقت خطباء کا عصا، چھڑی وغیرہ کا سہارا لینا خلاف سنت نہیں ہے۔

حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کے بصورت وفد خدمت نبوی میں آنے کے وقت وزمانہ کے بارے میں اگرچہ کتب سیر وتراجم میں بالتعیین والتصریح کچھ مذکور نہیں ہے، لیکن حضرت حکم کے اپنے بیان اور حدیث میں ایک ایسا واضح قرینہ موجود ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے اور جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی خدمت نبوی میں آمد سنہ ۹ھ میں غزوہ عسرۃ/غزوۂ تبوک کے پس وپیش زمانہ میں ہوئی تھی۔ وہ قرینہ یہ ہے کہ حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سات یا نو افراد پر مشتمل وفد کی صورت میں خدمت نبوی میں آئے تھے، اور معلوم ہے کہ مضافات مدینہ کے لوگوں اور دیگر قبائل عرب کا وفد کی صورت میں خدمت نبوی میں آنے کے واقعات بالعموم سنہ ۹ ہجری کے ہیں، اسی واسطے سنہ ۹ ہجری کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔ وہی تاریخوں میں عام الوفود یا سنۃ الوفود سے مشہور ہے، ہجرت کے ابتدائی سنین میں لوگوں کے وفد کی صورت میں خدمت نبوی میں آنے کا ذکر اور ثبوت نہیں ہے، وفد عبدالقیس بھی خدمت نبوی میں ابتدائے ہجرت میں نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سنہ ۵ ہجری میں آیا تھا۔ بہرحال حضرت حکم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کہ وہ وفد کی صورت میں خدمت نبوی میں آئے تھے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی یہ آمد سنہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک کے پس وپیش زمانہ میں ہوتی تھی، اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ یہ زمانہ مسلمان مدینہ کے لئے بہت کچھ عسرت وتنگی کا زمانہ تھا، اسی واسطے اس زمانہ کے غزوۂ تبوک کو غزوۂ عسرہ (تنگی کے زمانہ کا غزوہ) کہا جاتا ہے، یہ مسلمات میں سے ہے اس کے ثبوت کے لئے کسی دلیل وحوالہ کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت حکم رضی اللہ عنہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ان کی خدمت نبوی میں آمد کے وقت مدینہ میں تنگی تھی۔ والحال اذذاك دون۔ تو درحقیقت اسی تنگی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت حکم کا یہ بیان، ماسبق سے بالکل مربوط ہے۔

میرے پہلے مضمون پر ایک فاضل نے یہ نقد کیا ہے کہ سنہ ۹ ہجری میں خدمت نبوی میں آنے والے وفود میں وفد حکم بن حزن کا ذکر نہیں ملتا، سو عرض ہے کہ عام الوفود میں خدمت نبوی میں آنے والے وفود کی تعداد بہت زیادہ ہے، ابن سعد نے ستر (۷۰) اور مصنف سیرۃ شامی نے ایک سو سے زیادہ بتائی ہے، لیکن بکثرت وفود کا ذکر مبہم ہے، ہر ایک کے نام کی تصریح نہیں ہے (سیرۃ النبی ج۲ص۲۷) وفد حکم بن حزن کا کتب سیرت وتاریخ میں بالتصریح ذکر نہ بھی ہو، لیکن کتب حدیث ابوداؤد، مسند احمد وغیرہ میں تو بالتصریح یہ ذکر ہے کہ وہ سات یا نو نفوس پر مشتمل وفد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے تھے، کتب حدیث میں یہ مستند سند سے وارد اور مروی ہے، اور جیسا کہ بیان کیا گیا خود حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وفادہ سنہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک کے پس وپیش زمانہ میں ہوا تھا۔

حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کے اوائل ہجرت میں خدمت نبوی میں آنے کا کتب سیرت وتاریخ میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ سے جوان کی حدیث میں وارد لفظ ’’والحال اذذاك دون‘‘ کے قرینہ سے ان کے اوائل ہجرت میں آنے کا امکانی احتمال ظاہر کیا ہے، اس کے بارے میں ناچیز نے اپنے پہلے مضمون میں لکھا تھا کہ یہ بھی علامہ موصوف کا گمان اور مظنون احتمال ہے۔ اس پر ناقد فاضل نے نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ علامہ موصوف کا گمان نہیں علم ہے۔ یعنی ان کا مذکورہ

موقف علم ویقین پرمبنی ہے، ناقد موصوف نے اس کے ثبوت میں علامہ موصوف کا کوئی کلام یا کوئی عبارت نقل نہیں کی ہے، میں نے جس بنا پر اسے علامہ کا گمان قرار دیا تھا وہ عبارت یہ ہے، علامہ موصوف رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ان فی حدیثه ما قد یمکن ان یتخذ منه أن اسلامه قد كان متقدما على عام الفتح (الضعيفة: ٢/ ٣٨٢) یعنی حکم بن حزنؓ کی حدیث میں ایک قرینہ ایسا ہے جس سے یہ اخذ کیا جانا ممکن ہوسکتا ہے کہ ان کا اسلام سال فتح مکہ سے متقدم (یعنی پہلے) ہے۔

علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قارئین کے سامنے ہے، میری ناقص فہم کی حد تک تو وہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ موصوف کا مذکورہ موقف ان کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے، بلکہ وہ اس پر دلالت کرتی ہے، اور یہ دلالت ظاہر ہے کہ ان کا یہ موقف بس امکانی اور احتمالی ہے، اسی کو میں نے علامہ موصوف کے گمان سے تعبیر کیا تھا کہ یہ ان کا مظنون احتمال ہے۔ قارئین با تمکین علامہ موصوف کی مذکورہ عبارت مکرر پڑھیں اور خود فیصلہ فرمائیں کہ اس بارے میں ناچیز کی فہم صحیح ہے، یا ناقد صاحب کا دعوی۔

منبر سے خطبۂ جمعہ دینے کے وقت خطیب کے ہاتھ میں عصا، چھڑی لینے اور اس کا سہارا لینے کی مشروعیت کے جو بعض اہل علم منکر ہیں وہ بھی بہر حال یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے لئے منبر بنائے جانے اور اس میں رکھے جانے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کھڑے ہو کر جو خطبۂ جمعہ دیتے تھے۔ تو اس خطبۂ جمعہ کے وقت آپ عصا وغیرہ کا سہارا لیتے تھے، یہ بلا شبہ ثابت ہے، تو عرض ہے کہ یہ ثابت ہے تو از روئے اصول بدلیل استصحاب خطبۂ جمعہ کی یہ ہیئت وحالت اور اس کی مشروعیت بہر حال باقی وبرقرار رہے گی الا یہ کہ کسی قوی دلیل صریح سے اس کے خلاف کچھ ثابت ہو جائے، کسی حدیث صحیح میں یہ تصریح وارد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں منبر رکھے جانے کے بعد منبر سے خطبۂ جمعہ دیتے وقت عصا وغیرہ کا سہارا لینا ترک فرمایا دیا۔ مگر کسی حدیث میں ایسی کوئی تصریح وارد نہیں ہے۔

شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ مواقع میں رفع یدین کے نسخ کا دعویٰ کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والأصل فی الأشياء (يعني فی الأشياء الشرعية) بعد وجودها ثبوتها وبقائها لا عدمها، لأن عدم نقل الترك فی هذه المواضع بمنزلة نقل عدم الترك، كما هو مبين فی موضعه (مرعاة: ٣/ ٥٢)

اور یہ اصل بھی معلوم ومعروف ہی ہے کہ عدم ذکر الشئی لا یستلزم عدمه والعاقل تكفيه الاشارة۔

فائدہ: ڈاکٹر شیخ محمد عمر بازمول نے اپنی کتاب ''منحۃ الباری شرح ثلاثیات البخاری'' (ص ۲۲۹) میں اٹھارہویں حدیث ثلاثی کی شرح میں لکھا ہے کہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث، اور مسند احمد میں مروی ابوسعید خدری وقتادۃ بن النعمان رضی اللہ عنہم کی حدیث (۱۶۲/۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے گوشت کو قربانی کے بعد تین دن سے زیادہ بچا کے رکھنے کی نہی وممانعت ۹ ہجری میں ہوئی تھی۔ اور سنہ ۱۰ ہجری میں یہ ممانعت اٹھالی گئی تھی اور یہ پابندی ختم کردی گئی تھی، صحابہ کرام نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یـــــا رسـول اللـه نـفـعل كما فعلنا العام الماضی؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: لا، كلوا، واطعموا، وادخروا، فان ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها (صحيح بخاري: ٥٥٦٩، صحيح مسلم: ١٩٧٣)، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ سنہ ۹ ہجری مسلمانان مدینہ کے لئے نسبتاً زیادہ تنگی اور جہد وپریشانی کا سال تھا، حتی کہ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس سال قربانی کا گوشت تین روز سے زیادہ باقی اور بچا کر رکھنے سے منع فرمادیا تھا، جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ کا)

ان مصارف ثمانیہ کی مختصر تفصیل یہ ہے: (۱) فقراء: وہ افراد جو محتاج ہوں اور لوگوں سے مانگتے ہوں (۲) مساکین: وہ افراد جو محتاج تو ہوں لیکن لوگوں سے مانگتے نہ ہوں (۳) زکاۃ کا کام کرنے والے: اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو زکاۃ کی وصولی، تقسیم اور اس کے حساب وکتاب پر مامور ہوں، ان کا محنتانہ اموال زکاۃ سے دینا جائز ہے گرچہ وہ مالدار ہوں (۴) دلوں کی تالیف کے لئے (۵) غلاموں کو آزاد کرنے میں (۶) جن کے اوپر قرض آگیا ہو اور وہ اس کی ادائیگی سے عاجز ہوں (۷) اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کو (۸) مسافر: یعنی اگر کوئی مسافر سفر میں مستحق امداد ہو گیا ہو تو زکاۃ سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے گرچہ وہ اپنے گھر یا وطن میں صاحب حیثیت ہی ہو۔

لہٰذا زکاۃ مذکورہ افراد کے علاوہ کسی اور کو دینا جائز نہیں ہے۔

❁ فاسق و فاجر کو زکاۃ نہ دیں:

زکاۃ ایسے مستحق کو دینی چاہئے جو دیندار پابند شرع ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تصاحب الا مؤمنا و لا ياكل طعامك الا تقی" تم مومن ہی کو ہم نشین بناؤ اور تمھارا کھانا متقی ہی کھائے۔ (حسن عند الالبانی) دیکھئے: صحیح الترمذی ۲۳۹۵)

لہٰذا بے نمازی، شراب نوش، سود خور، اسلام کا مذاق اڑانے والوں، فواحش میں مبتلا لوگوں کو زکاۃ نہ دی جائے نہ تو انفرادی طور پر نہ تو بیت المال سے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ایسے مستحق کو زکاۃ نہ دی جائے جو نماز نہ پڑھتا ہو یہاں تک کہ توبہ کرلے اور پابندی نماز کا عہد کرے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۲۷۳/۵)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اس فریضہ کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے، آمین و صلی الله علی نبینا محمد و بارک و سلم ☆☆

اوقاف: منظر اور پس منظر

احسان بدر تیمی، ایڈوکیٹ

وقف - معنی، اقسام، عناصر، مقاصد:

وقف کے لغوی معنی روک لینے اور قائم وساکن کر دینے کے ہیں۔

وقف (جمع اوقاف) سے مراد ایسی قابل انتفاع (Valueable) ملکیت ہے جسے کوئی عاقل وبالغ مسلمان انسانی بہبود کے لئے اللہ کی راہ میں وقف کر دے۔

وقف کی خیری اور اہلی دو اہم قسمیں ہیں:

خیری وقف سے مراد وہ ملکیت جو عوامی انتفاع کے لیے وقف کیا گیا ہو جیسے مدارس، مکاتب۔ مساجد، شفاخانے اور تعلیم گاہیں۔

جبکہ اہلی وقف سے مراد ایسی ملکیت ہے جو خاندانی انتفاع کے لئے وقف کیا گیا ہو جیسے غریب اعزہ واقارب وغیرہ۔

وقف میں عاقل وبالغ واقف (وقف کرنے والا)

جائز موقوف (ملکیت)

موقوف علیہ (جس ذات یا ادارے کو وقف کیا جائے)

وغیرہ بنیادی عناصر ہیں۔

قیام وقف کے مقاصد میں افادیت عامہ یا انسانیت کی مذہبی، تمدنی، علمی، سماجی اور معاشی بہبود کو ترجیح حاصل ہے (کتاب الام: امام شافعی)

وقف کی اسلامی تاریخ:

اسلام سے قبل وقف کی صورت میں انسانی بہبود کا یہ تصور کہیں نہیں پایا جاتا تھا۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم انسانی تاریخ کے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے غرباء ومساکین اور کمزور طبقات کی علمی، طبی، معاشی اور مذہبی فلاح کے لئے مختلف قسم کے اوقاف کا سلسلہ شروع کیا، جیسے:

(الف) مساجد: ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی مذہبی، تمدنی اور سماجی خدمت کی غرض سے سب سے پہلے کمیونیٹی مراکز یعنی مساجد کی تعمیر کی۔ اسلامی تاریخ کی وقف شدہ اولین مساجد اور ان کے واقفین مندرجہ ذیل ہیں:

مسجد قبا- واقفین نبی رحمۃ للعالمین اور اہل قبا (سیرت ابن ہشام)۔ مسجد نبوی- واقفین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جناب ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم (ایضا)۔

مسجد عمرو- واقف بنی عمرو (ایضا)۔

اور مسجد بنی ساعدہ- واقف بنی ساعدہ

(ایضا)

(ب) اراضی اور باغات: مساجد وقف کرنے کے ساتھ متقدمین مسلمانوں نے اللہ کی راہ میں مختلف قسم کے باغات اور اراضی بھی وقف کیں۔ جیسے:

بیر حاء باغ- واقف حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:2769)،

اراضئ عمر بن خطاب- واقف عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔ یہ وقف قانون وقف میں بہت اہم نظیر ہے (صحیح بخاری:2334)

بئر رومہ- واقف عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:2778)

عہد خلافت راشدہ میں جیسے جیسے مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوتی گئی وقف کا نظام بھی مضبوط تر ہوتا گیا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ عہد خلافت راشدہ میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیرات سرکاری اوقاف سے ہی انجام پاتیں (حسن الحاضرہ: جلال الدین سیوطی)۔

بلاذری کے مطابق عہد عثمانی میں مدینہ منورہ کو خیبر کے سیلاب سے بچانے کے لئے مقام عدری پر ایک زبردست بند باندھا گیا اور قریب ہی ایک نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ دوسری طرف موڑ دیا گیا۔ (فتوح البلدان: بلاذری)

خلیفہ دوم جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سرکاری طور پر وقف املاک کی مدد سے غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کو قرض حسنہ بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

عہد خلافت راشدہ اور اس کے بعد بھی خیری، اہلی، انفرادی اور اجتماعی اوقاف کا یہ سلسلہ جاری رہا اور اس سے ہونے والے مذہبی یا رفاہی کاموں میں نت نئی ترقی وتبدیلی ہوتی گئی۔ مثلا جدید طرز کے مدارس اور شفاخانوں کا قیام وغیرہ۔

حیران کن بات یہ ہے کہ وقف املاک کی مدد سے ہونے والے یہ کام محض ایک دو مقام پر نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں ہو رہے تھے، جہاں جہاں مسلمان آباد تھے۔ اس میں سرفہرست حجاز، مصر وشام، ترکی، عراق، ایران اور مراکش سمیت ہند وپاک کے نام بھی ہیں۔

وقف کی ہندوستانی تاریخ:

ہندستان میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں نے اپنی املاک کا وقف قائم

کرنا شروع کر دیا تھا۔خاص طور پر فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت (1351 سے 1388ء) میں لوگوں کی طرف سے وقف اقدامات کو منظّم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں ہی ہندستان میں وقف ناموں کی تخلیق کا رواج فروغ پایا۔کہا جاتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق نے اپنے دور حکومت میں ایک ہسپتال قائم کرکے بہت سے معالجین اور ڈاکٹروں کا تقرر کیا۔

ادویات بھی فراہم کی گئیں اور سبھی کے لیے مفت علاج کو یقینی بنایا گیا۔مزید برآں مشہور مدرسہ فیروز شاہی اسی دور میں دہلی میں قائم کیا گیا۔اوقاف کی آمدنی سے اس مدرسے میں زیر تعلیم طلبہ کو مختلف سہولیات اور روزگار کے مواقع بھی فراہم کئے جاتے تھے۔

شیر شاہ سوری (1529ء تا 1540ء) کے دور میں وقف نظام میں مزید بہتری آئی۔تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ شیر شاہ نے اپنے دور حکومت میں مسافروں اور راہ گیروں کے لئے تقریباً 1700 مسافر خانے تعمیر کروائے۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر (1556ء تا 1605ء) نے بھی وقف کے نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کی، خاص طور پر وقف املاک کی زمینوں پر عالی شان اور قابل دید عمارتیں تعمیر کرا کے وقف املاک کو مالا مال کیا۔

اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وقف کا نظام پورے ملک میں پھیل گیا۔ برطانوی نوآبادیاتی دور میں مسلمان اپنی زمینیں وقف کرتے رہے۔ جہاں انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا، وہیں انہوں نے ملک کی فلاح و بہبود اور سامراجی طاقت کے خلاف فوجی استحکام کے لئے اپنے املاک کو بھی وقف کیا۔ مہاتما گاندھی کی تحریک عدم تعاون کے دوران مسلمانوں کی جانب سے وقف شدہ اراضی پر متعدد اسکول، کالج اور ادارے قائم کیے گئے۔ملک میں تعلیم، مذہبی بیداری اور اخلاقی تربیت کو فروغ دینے کے لیے مساجد اور مدارس کے علاوہ مسلمانوں نے وقف کے مختلف ادارے بھی قائم کیے، جن سے حاصل ہونے والی آمدنی سے مجاہدین آزادی کی حوصلہ افزائی اور حمایت کی جاتی تھی۔آج بھی بعض ریاستوں میں کانگریس پارٹی کے کئی دفاتر مسلمانوں کی جانب سے وقف شدہ زمینوں پر ہی قائم ہیں۔ مثال کے طور پر پٹنہ میں صداقت آشرم مولانا مظہر الحق کی زمین پر قائم ہے۔"(ہندوستان میں وقف کی تاریخی اہمیت: محمد علم اللہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ)

الغرض ہندوستان میں مسلمانوں نے قریب ایک ہزار سال تک حکومت کی اور یہاں معروف فرمانرواؤں کے ساتھ عوام الناس نے بھی ہندوستانی سماج کی خدمت اور فلاح کے لئے اپنی بیش قیمت جائدادیں وقف کیں۔مدارس، مکاتب، مساجد، سرائے، مہمان خانے اور شفا خانے بنوائے۔رفتار زمانہ کے ساتھ مسلمانوں کے وقف کا یہ نظام بھی ترقی کرتا رہا لیکن جب انگریزوں کا عہد حکومت آیا تو ان بے ایمان گوروں نے وقف کی جائدادوں کو بے دریغ بیچنا اور ہتھیانا شروع کردیا مگر جب اسلامیان ہند نے بے خوف اعتراض اور دھمکی آمیز احتجاج درج کرایا تو انگریز پیچھے ہٹنے لگے اور وقف املاک کی حفاظت وصیانت کی یقین دہانی کے لئے وقف ایکٹ 1923ء بنایا گیا۔

انگریزوں کے تسلط سے آزادی کے بعد پچھلے وقف ایکٹ (1923ء) کو منسوخ کرکے ایک نیا وقف ایکٹ 1954ء بنایا گیا۔اس قانون کا مقصد بھی وقف جائداد کو تحفظ فراہم کرنا اور اس کے غلط استعمال کو روکنا تھا۔

سنہ 1984ء میں ایک نیا وقف قانون آیا اور اس ایکٹ میں وقف سے متعلق مسلمانوں کے کئی حقوق سلب کر لئے گئے۔

پھر سنہ 1995ء، سنہ 2010ء اور سنہ 2013ء میں اس قانون کے اندر کئی ترامیم کی گئیں۔

لیکن آخر الذکر وقف ترمیم 2013ء میں کسی حد تک مسلمانوں کے مطالبات کو ملحوظ رکھا گیا اور یہ امیدیں وابستہ کی جانے لگیں کہ اب ملک عزیز کی وقف املاک محفوظ ہوگئیں۔

اب حالیہ ترمیم میں کہا گیا ہے کہ نئے وقف کونسل (چاہے مرکزی وقف بورڈ ہو یا صوبائی وقف بورڈ) کے ارکان میں غیر مسلم بھی بطور رکن وممبر ہی نہیں بلکہ چیف ایگزیکیٹیو اور سی ای او کے طور شامل ہوں گے۔

یہ ترمیم دو بنیادی حیثیتوں سے باطل (Void) ہے۔

پہلی چیز جب سماجی روایت (Custom) کی وجہ سے گرودوارہ یا مندر کمیٹیوں میں کسی مسلمان کو نہیں رکھا جاسکتا تو پھر مسلم وقف بورڈ میں کسی غیر مسلم کو نہ صرف عام ممبر کی حیثیت سے بلکہ مرکزی عہدیدار کے طور پر شامل کرنے کی ناروا کوشش کیوں۔۔۔۔۔؟

دوسری چیز جب قانونی اعتبار سے غیر مسلم وقف نہیں کرسکتا تو وہ وقف کا ممبر یا عہدیدار کیوں کر بن سکتا ہے؟

اس نئی ترمیم میں یہ شق بھی ہے کہ اوقاف کی جائدادوں کو کس طرح استعمال کیا جائے گا یہ حکومت طے کرے گی۔ظاہر ہے کہ یہ قانون وقف کے اصول کے خلاف ہے اس لیے کہ مساجد، مدارس اور سبھی وقف شدہ املاک کے نظم ونسق کے اصول وضوابط مختلف ہیں، جن کے بنیادی مصادر قرآن وحدیث ہیں۔اب اگر حکومت ان قوانین کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتی ہے تو اس کا سیدھا مطلب یہ ہوگا کہ حکومت مسلمانوں کی شریعت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتی ہے۔

یہ تجویز اگر بطور قانون نافذ کی جاتی ہے تو اس سے مسلمانوں کا روحانی نقصان یہ ہوگا کہ وہ آئندہ کے لیے وقف جیسی اہم عبادت سے رک جائیں گے۔ کیونکہ مسلمان سماجی بہبود کے پیش نظر وقف کا عمل رضائے الٰہی کے لئے کرتے ہیں۔

گویا یہ تجویز مسلمانوں کو ایک بڑی عبادت اور اجر وثواب کے کام سے روکنے کا باعث بھی ہے۔ جو کہ دستور ہند کے آرٹیکل 25، 26، 29 اور 30 کے سراسر خلاف ہے۔ دستور ہند کا آرٹیکل 25 ہر ہندوستانی سمیت مسلمانوں کو بھی اپنے مذہب پر عمل اور اس کی تبلیغ کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ اس آرٹیکل کی رو سے سماجی بہبود کے پیش نظر رضائے الٰہی کے لئے وقف کا عمل کرنا مسلمانوں کا ایک بنیادی اور آئینی حق ہے۔ جبکہ مجوزہ ترمیم مسلمانوں کو بالواسطہ طور پر وقف جیسی عبادت سے روکنے کی ایک کوشش وسازش ہے۔ دستور ہند کا آرٹیکل 26 ہر ہندوستانی سمیت مسلمانوں کو بھی اپنے مذہب وتہذیب سے متعلق ادارے قائم کرنے اور انہیں اپنے طور پر چلانے کی پوری آزادی عطا کرتا ہے۔ اس آرٹیکل کی رو سے مسلمانوں کو وقف بورڈ سمیت مختلف قسم کے آزاد وخود مختار وقف اداروں کی تعمیر اور تنظیم وتنسیق کی آزادی فراہم کرتا ہے جبکہ یہ مجوزہ قانون مسلمانوں کو ان کے وقف سے متعلق اداروں کے نظم ونسق اور اختیار سے بہت حد تک محروم کرتا ہے۔

آرٹیکل 29 ہندوستانی مائینورٹیز کو اپنی تہذیب وثقافت کی حفاظت وصیانت کی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے۔ اس آرٹیکل کی رو سے مسلمانوں کو اپنے وقف تہذیب کو جاری رکھنے کی پوری آزادی ہے۔ جبکہ موجودہ قانون مسلمانوں کو اس تہذیب کے پریکٹس سے محروم کرتا ہے۔

آرٹیکل 30 ہندوستانی مائینورٹیز کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور انھیں اپنے طور پر چلانے کا اختیار دیتا ہے۔ اس آرٹیکل کی رو سے مسلمانوں کو وقف بورڈ سے چلنے والے تمام مدارس ومکاتب کے نظم ونسق کا مکمل اختیار ہے جبکہ مجوزہ قانون مسلمانوں کو اس اختیار سے بالواسطہ طور پر دھیرے دھیرے محروم کرنے کی ایک منظّم کوشش ہے۔

اس نئی ترمیمی بل میں ایک شق یہ بھی ہے کہ جو اوقاف کی جائدادیں باضابطہ طور پر واقف کی طرف سے رجسٹرڈ نہیں ہیں، انہیں وقف تسلیم نہ کرتے ہوئے سرکاری زمین میں شمار کیا جائے گا۔ یہ ترمیم بھی دو حیثیتوں سے باطل (Void) ہے۔

پہلی چیز یہ اسلام کے اصول وقف کے خلاف ہے اس لیے کہ قرآن وسنت میں زبانی وقف کو ناجائز قرار نہیں دیا گیا ہے، لہذا اگر کوئی جائداد زبانی طور پر وقف کی گئی ہے تو اسے باطل قرار نہیں دیا جاسکتا (صحیح بخاری: 2737)

جبکہ یہ قانون زبانی طور پر کئے گئے وقف کو پوری طرح باطل ٹھہرا دیتا ہے۔ دراصل حکومت کی منشا یہی ہے کہ وہ چار، پانچ یا آٹھ سو سال پرانے وقف املاک (جن میں بے شمار مساجد، مدارس اور مختلف ادارے شامل ہیں) پر بڑی آسانی سے ناجائز تسلط قائم کرلے۔

چونکہ ملک عزیز میں وقف کے ایسے بہت سے آٹھ سو سالہ یا ہزار سالہ ادارے اور اراضی ہیں، جن کا زبانی وقف ہونے کی وجہ سے یا کاغذات ضائع ہونے کے سبب باضابطہ کوئی ریکارڈ نہیں، یہ محض سماجی وتاریخی روایت (Custom) کے قانون کے تحت وقف کا حصہ ہیں۔ اگر وقف املاک کو محض زبانی ہونے یا رجسٹرڈ نہ ہونے کی بنیاد پر سرکاری قرار دیا جائے گا تو اس طرح 30 فیصد سے زائد وقف ملکیت حکومت کے قبضے میں یوں ہی چلی جائے گی۔ جو کہ اصول وقف کے برعکس ہے۔

مجوزہ ترمیم کی یہ شق روایتی قانون (LawCustomary) کے بھی خلاف ہے۔ چونکہ وقف کی ان بے دستاویز جائدادوں کو اب تک سارے ریگولیشن ایکٹ (2013,2010,1995,1954,1923) نے وقف کا حصہ ہی تسلیم کیا ہے۔ یہ شق انڈین ایویڈینس ایکٹ 1872ء کے سیکشن 92 پروویژن 4 کے بھی خلاف ہے۔

مجوزہ بل میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پوری جائداد وقف کردے تو اس کا ایک تہائی حصہ ہی وقف مانا جائے گا۔ یہ شق بھی اصول وقف کے برعکس ہے کیونکہ نصوص قرآن وسنت کے مطابق اگر کوئی شخص اولاد کو محروم کئے بغیر اپنے حصے کی پوری جائداد بھی وقف کرنا چاہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ نئے قانون کی ایک شق یہ بھی ہے کہ نزاع کی صورت میں متنازعہ ملکیت کے سرکاری یا وقف سے منسلک ہونے کا انحصار ضلع مجسٹریٹ کے فیصلے پر ہوگا یعنی اب اگر کلکٹر کسی بھی زمین کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کردے کہ یہ سرکاری زمین ہے تو وہ زمین سرکاری مان لی جائے گی۔ اس سے حکومت کی امید اس طرح بر آئے گی کہ جہاں جہاں مسجد ومندر کا تنازعہ چل رہا ہے وہاں محض کلکٹر کے ایک سائن سے وہ زمین بآسانی فریق مخالف کو دی جاسکے گی۔ ویسے بھی اوقاف کی نصف جائدادیں اس وقت حکومت ہی کے قبضے میں ہیں۔ اب اس ترمیم کے ذریعے وقف املاک پر حکومت کا سو فیصدی قبضہ ہوجائے گا۔

اس نئے قانون کی وجہ سے اب وقف ٹربیونل کی جگہ کلکٹر راج قائم ہوگا۔ گویا اب وقف املاک کو شریعت، عدالت اور سماجی خدمت وضرورت کے دائروں سے نکال کر سیاسی طور پر استعمال کیا جائے گا اور حکومت ان سرمایوں سے فائدہ اٹھائے گی۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

مسلمانوں کو مندرجہ ذیل چیزیں لازمی طور پر کرنی چاہئے:

پہلی چیز: سب سے پہلے مسلمانوں کو یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ان کے پاس وقف املاک کی صورت میں فوج اور ریلوے کے بعد تیسری سب سے بڑی اور قیمتی دولت ہے۔ ملک عزیز ہندوستان میں اتنی بڑی ملکیت کسی بھی قوم کے پاس نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان وقف املاک کے نظم ونسق کو درست کرلیں تو وہ ترقی اور استحکام میں ہندوستان کی ساری قوموں سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

ہم زکاۃ کیسے نکالیں؟

الشیخ/عبدالولی عبدالقوی

الحمد لله و الصلاة والسلام علی رسول الله و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له و أشهد أن محمدا عبده و رسوله و بعد:

(۱) زکاۃ کی فرضیت: زکاۃ وہ مخصوص مال ہے جو مخصوص وقت پر اللہ کی رضا کے لئے مخصوص لوگوں کو دیا جاتا ہے، یہ اسلام کا تیسرا عظیم الشان رکن ہے جس کی ادائیگی ہر مالک نصاب پر فرض ہے، اللہ نے قرآن کریم میں بار بار اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ ایک آیت کریمہ میں فرمایا:﴿وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (البقرۃ:۴۳) نماز قائم کرو، زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکاۃ) لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک وصاف کردیں۔(التوبۃ:۱۰۳)

بلکہ فریضہ زکاۃ کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے الا یہ کہ توبہ کرلے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ادائیگی زکاۃ سے انکار کرنے والوں سے متعلق فرمایا تھا:......اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ بکری کا ایک بچہ بھی رسول اللہ ﷺ کو بطور زکاۃ دیتے تھے اور آج مجھے نہ دینگے تو میں ان سے اس پر بھی قتال کروں گا۔ (بخاری ۱۴۰۰)

(۲) زکاۃ نہ دینے والے کی سزا: زکاۃ نہ دینے والا مال میں خیر و برکت سے محروم رہتا اور آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوگا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34)يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (التوبۃ:۳۴) جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خبر پہنچادیجئے جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جسے مال دیا اور اس نے اس کی زکاۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا، اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اپنے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

﴿وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ....﴾ (آل عمران ۱۸۰) جنھیں اللہ نے اپنے فضل سے مال دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب یہ قیامت کے دن اپنی کنجوسی کئے ہوئے مال کو گلے میں طوق بنا کر ڈال دئے جائیں گے۔ (بخاری ۱۴۰۳)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زکاۃ کا روکنے والا بروز قیامت آتش جہنم میں ہوگا۔

(صحیح الترغیب والترہیب ۱/ ۴۶۷)

(۳) کن مالوں میں زکاۃ فرض ہے ؟

مندرجہ ذیل چار قسم کے مالوں میں زکاۃ فرض ہے:

(۱) سونا چاندی اور روپے پیسے (۲) سامان تجارت (۳) زمین سے پیدا ہونے والے غلات اور پھل (۴) مویشی چوپائے

(۴) ہر ایک کا نصاب اور زکاۃ نکالنے کا طریقہ:

(ا) سونا اور چاندی: جس شخص کے پاس ۲۰ دینار یعنی ۸۵ گرام یا اس سے زیادہ سونا ہو یا ۲۰۰ درہم یعنی ۵۹۵ گرام یا اس سے زیادہ چاندی ہو اور ان پر ایک سال گزر گیا ہو تو ان میں زکاۃ فرض ہے، اسے چاہئے کہ ہر ایک میں سے ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ نکالے، یہ سونے یا چاندی ڈھلے ہوئے ہوں یا غیر ڈھلے ہوئے، زیورات کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں، استعمال کے لئے ہوں یا غیر استعمال کے لئے، ہر صورت میں زکاۃ نکالنی واجب ہے۔

(ب) روپیوں پیسوں میں زکاۃ: سونے اور چاندی کے حکم میں موجودہ کرنسیوں کے کاغذی نوٹ بھی ہیں، اگر کسی کے پاس ۸۵ گرام سونا یا ۵۹۵ گرام چاندی کی قیمت کے برابر روپیہ ہو اور اس پر سال گزر گیا ہو تو اس میں زکاۃ فرض ہے اسے چاہیے کہ ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ نکالے۔

(ج) اموال تجارت میں زکاۃ: سبھی سامان تجارت میں زکاۃ واجب ہے، تاجر کو چاہیے کہ سال کے آخر میں خرید ریٹ سے اپنے تمام سامانوں کی قیمت لگائے، اگر وہ ۸۵ گرام سونا یا ۵۹۵ گرام چاندی کی قیمت کو پہنچتے ہیں، تو اس میں سے ڈھائی فیصد

کے حساب سے زکاۃ نکالے، برائے فروخت چیزیں زمینیں، مکانات، گاڑیاں یا کوئی بھی شیئے ہوں سب کا یہی حکم ہے، البتہ آدمی جو سامان اپنے استعمال کے لئے رکھتا ہے اس پر زکاۃ نہیں ہے مثلاً گاڑی، فریز، واشنگ مشین، گھر کے برتن، کپڑے لتے اور کام کاج کے آلات وغیرہ۔

(ح) مذکورہ اموال سے زکاۃ نکالنے کا طریقہ:

سونا، چاندی، روپئے اور سامان تجارت میں سے ہر ایک کا حساب لگایا جائے، ان میں سے جو نصاب کو پہنچتا ہے اس میں سے زکاۃ نکالی جائے، زکاۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہوگا:

پورے مال کو چالیس پر تقسیم کردیا جائے اور یہی مراد ہے (۲.۵۰٪) یا چالیسویں حصہ سے، پھر جو حاصل آئے وہی زکاۃ کی مقدار ہے۔

مثلاً ۵۰,۰۰۰ روپئے÷۴۰=۱۲۵۰ روپئے (یہ مقدار نکالنا واجب ہے)

(خ) قرض دئے گئے اموال میں زکاۃ:

اس کی مندرجہ ذیل دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر قرض کسی ایسے شخص کے پاس ہو کہ قرض خواہ جب چاہے اسے حاصل کرسکتا ہو، تو اسے چاہیے کہ اپنے اور مالوں کے ساتھ اس مال مقروض کو بھی شامل کر کے زکاۃ نکالے، بشرطیکہ اس پر سال گزر گیا ہو اور اگر اس کے پاس اس مال مقروض کے علاوہ دوسرا مال نہ ہو تو صرف اسی میں سے زکاۃ نکالے بشرطیکہ یہ مال نصاب کو پہنچتا ہو اور اس پر سال گزر گیا ہو۔

دوسری حالت: اگر قرضہ کسی ایسے تنگ دست یا ٹال مٹول کرنے والے کے پاس ہو کہ اس سے حسب خواہش نہ مل سکتا ہو، تو ایسے مال میں ملنے تک زکاۃ نہیں پھر اگر ملنے کے بعد ایک سال گزر جائے تو اس میں سے زکاۃ نکالے، بعض اہل علم کی رائے ہے کہ مال ملنے پر صرف پچھلے ایک سال کی زکاۃ نکالے، گرچہ اس مال مقروض پر کئی سال گزر گئے ہوں۔ (دیکھئے: فتاوی ابن باز ۵/ ۲۷-۲۹، المختارات الجلیہ ۵۷، الشرح الممتع ۴/ ۲۹-۳۱)

(د) غلات اور پھلوں میں زکاۃ:

جب غلات جیسے کہ گیہوں، جو، چاول، چنا وغیرہ اور پھل مثلاً کھجور، کشمش وغیرہ شریعت کے متعین کردہ نصاب کو پہنچ جائیں، تو ان میں زکاۃ واجب ہو جاتی ہے جس کی ادائیگی ان کی کٹائی پر ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ (الانعام:۱۴۱) (ان زمینی پیداواروں کا حق ان کی کٹائی کے دن ادا کردو۔

رہا مسئلہ ان غلات اور پھلوں کے نصاب کا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم میں زکاۃ نہیں ہے''۔ (بخاری ۱۴۴۷)

ایک وسق=۶۰ صاع ۵ وسق=۳۰۰ صاع ایک صاع=۴ مد

حب معتدل قد وقامت کا انسان اپنی دونوں ہتھیلیوں کو بھر کر غلہ نکالے تو اسے مد کہتے ہیں، اگر اسی طرح چار بار نکالے تو وہ ایک صاع ہے، لہذا اگر غلات اور پھل ۳۰۰ صاع ہوں تو ان میں زکاۃ واجب ہو جاتی ہے، اور موجودہ وزن کے لحاظ سے ایک صاع کی مقدار تقریبا ڈھائی کیلو ہے، اس طرح تین سو صاع موجودہ وزن سے تقریبا 750 کیلوگرام ہوں گے، اس سے کم میں زکاۃ فرض نہیں، ہاں تھوڑا بہت کم ہو تو پھر زکاۃ دینی چاہئے، کیوں کہ بعض علماء ایک صاع کی مقدار ڈھائی کیلو سے کم بتلاتے ہیں، چونکہ صاع ایک ناپ تھا وزن نہیں، اس لئے اس کے وزن کے بارے میں اہل علم کی رائیں قدرے مختلف ہیں، اس لئے کہ ہر غلہ کا وزن ایک جیسا نہیں ہوتا، تمام آراء کو سامنے رکھنے کے بعد محتاط انداز میں ایک صاع کی مقدار تقریبا ڈھائی کیلو ہے۔

اب اگر پیداوار بغیر مشقت کے مثلاً بارش، نہر یا خودرو پانی سے ہوئی ہو تو اس میں دسواں حصہ اور اگر مشینوں یا ٹیوب ویل وغیرہ سے ہوئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ بطور زکاۃ واجب ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کھیتی بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا زمین سے خود ہی پانی جذب کرلیتی ہو تو اس میں پیداوار کا دسواں حصہ زکاۃ ہے اور جسے کنویں سے سیراب کیا جائے تو اس میں بیسواں حصہ ہے۔ (بخاری ۱۴۸۳)

رہا مسئلہ سبزیوں کا تو ان میں زکاۃ نہیں ہے۔

(ل) رکاز یعنی زمینی دفینے میں زکاۃ:

اگر کوئی شخص اپنے گھر یا اپنی زمین میں کوئی مدفون مال پائے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ تو اسے چاہیے کہ اس میں سے پانچواں حصہ غریبوں، مسکینوں یا راہ الہی میں دے، سال گزرنے کا انتظار نہ کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جانور سے جو نقصان پہنچے وہ معاف ہے، اس کا کچھ بدلہ نہیں، یہی حال کنویں اور کان کا بھی ہے اور رکاز یعنی زمینی دفینہ میں پانچواں حصہ ہے''۔ (بخاری ۱۴۹۹، مسلم ۱۷۱۰)

(م) مویشی چوپایوں میں زکاۃ: مویشی چوپایوں میں زکاۃ کتب احادیث میں مفصل موجود ہے، خواہش مند لوگ ان کتابوں کی جانب رجوع کریں، بغرض اختصار یہاں ذکر سے اجتناب کیا گیا ہے۔

(۵) زکاۃ کے مستحق لوگ:

زکاۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ......﴾ (التوبۃ:۶۰)

(ترجمہ) بیشک زکاۃ فقیروں، مسکینوں، اس پر کام کرنے والوں، دلوں کی تالیف، گردن چھڑانے، قرض داروں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہے......۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

اسعد اعظمی/جامعہ سلفیہ بنارس

فتنہ شکیلیت اور ہماری ذمہ داری

کتاب وسنت میں جن چیزوں کی طرف بہ تکرار اور بہ تاکید توجہ دلائی گئی ہے ان میں سے ایک فتنوں کا وقوع بھی ہے۔ ہمارے دونوں بنیادی مصادر میں مختلف النوع فتنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی خطرناکی کے بارے میں بتایا گیا ہے اور ان فتنوں سے بچاؤ کے طریقے اور تدابیر بھی بتلائی گئی ہیں۔

ان فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ وہ ہے جو براہ راست ہمارے ایمان اور ہمارے عقیدہ کے لیے چیلنج بنتا ہے۔ کیوں کہ ایک مسلمان کی سب سے قیمتی پونجی اس کا دین اور عقیدہ ہوتا ہے۔ یہ دولت اگر لٹتی ہے تو پھر انسان ایک لاش اور بے روح ڈھانچہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اعدائے اسلام اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی اصل طاقت مادی نہیں معنوی ہے اور اسی طاقت سے ان کو کنارے لگا کر ہم ان کو کمزور کر سکتے ہیں اور ان کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔ اس کے لیے وہ دن رات محنت کرتے ہیں، طویل المیعاد اور قلیل المیعاد منصوبے بناتے ہیں، دعاۃ و مبلغین تیار کرتے ہیں، خطیر سرمایہ لگاتے ہیں اور ہر طرح کے جائز و ناجائز وسائل و طرق کو استعمال میں لاتے ہیں۔

مدعی مہدویت شکیل بن حنیف -علیہ من اللہ ما یستحق- کا فتنہ موجودہ وقت میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بڑے چیلنجوں میں سے ایک ہے۔ ۲۰۰۲ء میں ظہور پذیر اس فتنے پر دو دہائی سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے، اس کے برگ و بار تیزی سے پھیلتے جا رہے ہیں، مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اس کے دام تزویر میں پھنس چکی ہے اور اس تعداد میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ قریہ قریہ اور شہر شہر سے خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں فلاں نوجوان اس کے چنگل میں پھنس چکے ہیں اور اپنے دین وایمان کا سودا کر چکے ہیں۔ بیس بائیس سال کے طویل عرصے میں دسیوں ہزار موحدین اس فتنے کے پیچھے اپنے ایمان وعقیدے کی بیش بہا دولت لٹا چکے ہیں۔

بہار کے باشندے شکیل بن حنیف نے ابتداءً دہلی میں مہدی اور عیسی بن مریم ہونے کے دعوے کے ساتھ اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ دہلی کے ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک کھدیڑے جانے کے بعد اس نے مہاراشٹر کے شہر اورنگ آباد میں ڈیرا جمایا اور ایک وسیع وعریض بستی بسا کر مسلسل اپنا فتنہ پھیلا رہا ہے۔ ماسونی تحریکوں کی طرح اس کے کام کرنے کا انداز انتہائی خفیہ اور رازدارانہ ہے۔ ایک بڑی تعداد کو اپنا گرویدہ بنا کر انتہائی منظم ومنصوبہ بند طریقے سے اس نے پورے ملک میں اپنے فتنے کا جال بچھا دیا ہے۔ ہمیں علم ہو یا نہ ہو اکثر مقامات پر اس کے چیلے اور اس کے مبلغین موجود ہیں جو ہمارے ہی بیچ رہتے اور پوری پلاننگ کے ساتھ اپنی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اپنے شہر مئو اور اسی طرح بنارس کے متعدد نوجوانوں کے بارے میں علم ہے جن کی برین واشنگ کی جا چکی ہے اور وہ پختہ شکیلی بن چکے ہیں۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً ان کے دعاۃ ومبلغین مسجدوں اور مسلم بستیوں میں گرفت میں آتے رہتے ہیں جو شریف اور دین دار مسلمان کے لبادہ میں نوجوانوں کو ہدف بناتے رہتے ہیں۔ ابھی گذشتہ رمضان میں شہر ممبئی کی ایک اہل حدیث مسجد سے تین شکیلی پکڑے گئے جو اس مسجد میں معتکف بن کر لوگوں کو شکار بنانے کے فراق میں لگے ہوئے تھے۔ سوشل میڈیا پر اس کا پورا ویڈیو موجود ہے۔

کم وبیش آٹھ نو سال پہلے کی بات ہے۔ شمالی بنارس کے ایک نوجوان کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس فتنہ کا شکار ہو چکا ہے بلکہ نام نہاد مسیح موعود کے پاس لے جا کر اس کی بیعت بھی کرائی جا چکی ہے۔ علاقے کے لوگ ایک مرتبہ گفتگو کے لیے اسے لے کر جامعہ سلفیہ آئے اور راقم الحروف اور مولانا عبد الکبیر صاحب مبارکپوری نے دیر تک اس سے بحث ومباحثہ کیا اور اس کے خیالات معلوم کر کے اس کی تردید کی گئی اور اصلاح کی کوشش کی گئی، لیکن اندازہ لگا کہ باطل عقائد کو اس طرح ذہنوں میں راسخ کیا جاتا ہے کہ پھر انسان ٹس سے مس نہیں ہوتا اور کوئی بھی بات سننے اور قبول کرنے بلکہ اس پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

بتایا جاتا ہے کہ پہلے یہ لوگ عام طور سے کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے دین پسند نوجوانوں کو ہدف بناتے تھے لیکن اب تو عامۃ الناس تک کو انہوں نے اپنے اہداف میں شامل کر لیا ہے۔ ان کے مبلغین انتہائی زاہد اور متقی مسلمان کے بھیس میں بھولے بھالے دین پسند نوجوانوں میں گھل مل کر بڑے منظم انداز میں بہ تدریج ان کو اپنے آئینے میں اتارتے ہیں، پھر مقامی امیر اور اس کے بعد صوبائی امیر تک انہیں پہنچاتے ہیں۔ ایک لمبی تپسیا کے بعد اور کلی طور پر اطمینان حاصل کرنے کے بعد مہدی کاذب تک ان کی رسائی کا راستہ صاف کرتے ہیں۔ پھر وہاں ایک عرصہ تک تربیت دینے اور بیعت لینے کے بعد انہیں ان کے وطن واپس جانے اور تبلیغ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

عقائد کا خلاصہ:- شکیل بن حنیف اپنے آپ کو بیک وقت مہدی موعود اور عیسی علیہ السلام ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے خروج دجال کے تعلق سے یہ باور کراتا ہے کہ اس سے مراد امریکہ اور فرانس ہیں۔ دجال کے کانا ہونے کا

مطلب سیٹلائٹ ہے اور دجال کی سواری کا مطلب جنگی جہاز ہے الخ۔ ان سب باتوں کو سائنسی اصولوں اور جدید ترین وسائل کے حوالے سے کچھ اس طرح سمجھاتے ہیں کہ ان عقائد کی صحیح معلومات نہ رکھنے والا دین دار جوشیلا نوجوان متاثر ہو جاتا ہے اور اس پر فی الفور ایمان لانے میں اپنی فلاح ونجات تصور کرتا ہے۔

کرنے کا کام:- اس فتنے سے مقابلے کے لیے اور عوام وخواص کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کے لیے اور انہیں جہنم کے راستے سے بچانے کے لیے تقریر وتحریر سمیت تمام جائز وسائل کو بروئے کار لانا ہوگا۔ مہدی موعود، نزول عیسیٰ، اور خروج دجال وغیرہ جو کہ قیامت کی علامت کبری میں سے ہیں ان کو کتاب وسنت کے حوالوں کے ساتھ آسان زبان اور سہل اسلوب میں اپنے دروس وخطبات اور تقریر وتحریر میں پیش کرنا چاہیے۔ اس کذاب کے دعاوی اور عقائد کا کتاب وسنت کی تعلیمات سے موازنہ کر کے اس کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنا چاہیے۔ اس تعلق سے سوشل میڈیا پر معلومات موجود ہیں اور چھوٹے بڑے رسائل بھی لکھے جا چکے ہیں جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ احادیث صحیحہ میں مہدی موعود کے اور عیسی علیہ السلام کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ کسی بھی ناحیے سے اس کذاب ومفتری شکیل پر منطبق نہیں ہوتے اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں، اس کذاب کو ان احادیث کا مصداق ماننا ان احادیث کی تکذیب ہے، یہی حال کانا دجال سے متعلق وارد احادیث کو امریکہ یا فرانس پر منطبق کرنا ان احادیث کی تکذیب اور ان کا انکار ہے اور پرلے درجے کی حماقت ہے۔

ہمیں اس غلط فہمی میں نہیں مبتلا رہنا چاہیے کہ ہمارے علاقے اس فتنے سے محفوظ ہیں، اور نہ اس بات کا انتظار کرنا چاہیے کہ جب لوگوں کے اس فتنے میں واقع ہو جانے کی کوئی اطلاع ملے تب ہم تدارک کے لیے قدم اٹھائیں۔ بہت سی جگہوں پر جب علماء نے اس موضوع کو چھیڑا تو بہت سے نوجوانوں نے انہیں اطلاع دی کہ ہم سے بھی اس سلسلے میں رابطہ کیا گیا تھا۔ دعاۃ حق کو دعاۃ باطل سے پہلے لوگوں تک پہنچنا چاہیے۔ کمزور جسم پر بیماریوں کا حملہ جلدی ہوتا ہے۔ علم اور عقیدہ کے معاملے میں کمزور مسلمان باطل پرستوں کا جلدی شکار بن جاتا ہے۔ دو دہائی پہلے اپنے بال و پر نکالنے والا یہ فتنہ اب تناور درخت بن چکا ہے اور امت کی ایک غیر قلیل تعداد کو اپنی چپیٹ میں لے چکا ہے۔ اگر اب تک ہم نے اس کو ہلکے میں لیا اور اسے قابل اعتنا نہیں سمجھا تو اب ہمیں بیدار ہو جانا چاہیے اور اس کی خطرناکی کو محسوس کرنا چاہیے۔ دینی وجماعتی تنظیموں کو اس تعلق سے چھوٹے چھوٹے سیمینار اور ورکشاپ بھی منعقد کرنے کی ضرورت ہے۔ مدارس وجامعات کے طلبہ میں اس موضوع پر تحریری وتقریری مسابقے منعقد کرائے جا سکتے ہیں۔ اس موضوع پر تیار کی گئی کتابوں اور رسالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنا، مزید چھوٹے چھوٹے پمفلٹ وفولڈر اور رسائل وغیرہ تیار کرنا اور اس طرح کے دوسرے وسائل اختیار کر کے ہم اس فتنے کے سد باب کی اپنی حد تک کوشش کر سکتے ہیں۔

ہمیں اچھی طرح سمجھنا ہوگا کہ یہ محض چند عقائد کے سلسلے میں گمراہی پھیلانے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ارتداد کی منظم سازش ہے، یہ ایک نئے دین کی ایجاد ہے۔ یہ قادیانیت کا نیا ورژن نہیں بلکہ ایک مستقل مذہب کا آغاز ہے۔ امت نے اس جیسے درجنوں مدعیان نبوت ومہدویت کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں ناکام بنایا ہے۔ ہر دور میں علمائے دین نے ایسے فتنوں اور چیلنجوں کا سامنا کیا ہے اور ان کی بیخ کنی کے لیے تن من دھن کی بازی لگائی ہے۔ ان کی کوششوں سے کئی باطل تحریکوں نے دم توڑ دیا اور لوگوں کو شرک وکفر اور جہنم کے راستے سے واپس لانے کا سبب بنے۔ آج یہ فتنہ ہمارے سامنے سر اٹھائے کھڑا ہے اور مسلسل لوگوں کے دین وایمان کا سودا کر رہا ہے۔ ہمیں بڑی ہی سنجیدگی کے ساتھ اس کی جانب توجہ دینی ہوگی اور باطل کے وار کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہوگی۔

برسوں پہلے کی بات ہے کہ شہر بنارس کے کچھ دین دار اور غیور اشخاص کو خبر ملی کہ مضافات میں، دور دراز کی ایک بستی کی مسجد میں ایک قادیانی امام وخطیب بنا ہوا ہے۔ اللہ کے ان غیرت مند بندوں نے مجھے ساتھ میں لے کر اس علاقے کا دورہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب ہم اس علاقے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہماری آمد کی خبر سن کر وہ قادیانی امام فرار ہو گیا۔ مسجد میں کچھ ایسے پمفلٹ اور رسائل ملے جن سے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی ایک قادیانی مبلغ تھا جو اپنی شناخت چھپا کر بڑی چالاکی سے قادیانیت کی تبلیغ کر رہا تھا۔ اس جیسے نہ جانے کتنے ایمان وعقیدے کے لٹیرے امام وخطیب کی شکل میں اور زاہد ومتقی کے بھیس میں بھولے بھالے مسلمانوں کو ہماری غفلت اور لاعلمی کا فائدہ اٹھا کر اپنا شکار بناتے ہوں گے۔ واللہ المستعان۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلهوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

صفحات: 665 قیمت: -/300

ازقلم: ڈاکٹر محمد یوسف حافظ ابوطلحہ

شیخِ محترم حافظ محمد سمیع اللہ عمری مدنی

ایک مشفق استاذ، امانتدار ذمے دار اور ملنسار رشتہ دار

بعض احباب اور شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی یادیں اور باتیں انسان کو متاثر کرتی ہیں اور بعض حالات و واقعات بھی انسان کی زندگی میں ایسے درپیش ہوجاتے ہیں جنہیں پوری زندگی بھلایا نہیں جاسکتا۔ حالانکہ ان کا وقوع پذیر ہونا وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور یہی کچھ اخی فی اللہ مولانا شیخ سمیع اللہ عمری مدنی غفراللہ لہ واسکنہ فسیح جناتہ کے ساتھ ہوا۔ کئی مرتبہ ملاقات، عیادت، دعاوسلام اور پرسش احوال بالمشافہ والمصافحہ کی غرض سے ہوسپٹل کے لیے اور ایک بار گھر کے لیے نکلا مگر صد افسوس کہ واپس ہونا پڑا۔ قدر اللہ ماشاء فعل۔ وفات سے چندروز قبل بھی ان کے ہونہار و بردبار فرزند ارجمند عزیزم ثوبان سمیع سلمہ نے بتایا کہ اس وقت کسی طرح ملاقات کی اجازت شفاخانہ میں نہ ہوسکے گی، کل تشریف لائیں۔ لیکن کل کہاں آتا ہے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں اور وعدۂ فردا کبھی پورا ہوتا نہیں

اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کی عظیم نعمتیں، مغفرت، رحمت ورضوان اور الحسنیٰ وزیادہ عطافرمائے۔ آمین

مولانا سمیع اللہ مدنی صاحب رحمہ اللہ نہایت ہنس مکھ، بااخلاق، اعلیٰ خاندانی روایت ووجاہت کے پرتو، ذی علم، کلام اللہ کے بہترین قاری اور فرض شناس انسان تھے۔ سلفیان ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام، چندن بارہ، بہار میں آپ کی تدریسی وتربیتی خدمات کے علاوہ آپ کے دیگر دعوتی، تربیتی اور انتظامی نشاطات، جدوجہد اور سعی آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان شاء اللہ۔ آپ کے ایک ہونہار شاگرد ڈاکٹر محمد یوسف حافظ طلحہ تیمی صاحب استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں نے یہ تحریر ارسال کر کے ہم سب کی طرف سے آپ کا ادنیٰ حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ اسے حوالہ جریدہ ترجمان مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کیا جارہا ہے۔ اس لیے کہ دور دراز سفر امریکہ میں انتہائی عدیم الفرصتی کی وجہ سے عزیز گرامی قدر کا یہ مقالہ ابتدائی جملوں کے سوا نہ دیکھ سکا۔ شاید مطبوع ومنشور شکل میں پڑھنا نصیب ہوجائے۔ (اصغر)

سن ۱۹۸۹ء کی بات ہے کہ میں مرکز العلوم الاسلامیہ (اب جامعہ امام ابن تیمیہ) کے گیٹ سے چھٹی کے وقت نکل رہا تھا تو دو شخص گیٹ کے پاس براجمان تھے، حسب عادت سلام کرتے ہوئے گذر رہا تھا کہ ان میں سے ایک صاحب نے مجھے روکا، اور گھر کے تمام افراد (دادا، ابا، چچا) کا نام لے کر خیریت دریافت کرنے لگے، میں انہیں جواب دیتا رہا، پھر انہوں نے کہا کہ کسی وقت گھر آتا ہوں، گھر والوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔ اتنی ہمت نہ ہوسکی کہ میں پوچھ سکوں کہ آپ کون ہیں؟ مگر میں نے گھر جا کر یہ باتیں بتا دیں، اور موصوف کا سلام بھی پہنچا دیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ حافظ محمد سمیع اللہ عمری مدنی ہیں، اور ہمارا گھر ان کے والد کا ننیہال ہے، اور میں آپ کے علاوہ آپ کے گھر کے تمام افراد کو جانتا تھا۔

میں اس وقت ثانیہ متوسطہ کا طالب علم تھا، اس کلاس میں ہدایۃ النحو مقرر تھی، اس کی تدریس کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی، اور آپ نے اسم الفعل کے مبحث سے اپنی تدریس کا آغاز کیا، اور اسم الفعل کے مبحث میں تقریبا ایک ماہ کا عرصہ لگ گیا، ہم ساتھیوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم اس مرحلہ میں اتنی باریکیوں کے متحمل نہیں ہیں لہٰذا صرف کتاب کی افہام وتفہیم پر اکتفا کیا جائے۔

آپ اپنی آمد کے دوسرے تیسرے روز نماز عشاء کی امامت کے لئے آگے بڑھے، اور جب تلاوت شروع کی تو ایسی دل آویز تلاوت ہم طلبہ نے پہلی بار سنی، وہ تلاوت اتنی پرکشش تھی کہ جو طلبہ ابھی وضو کر رہے تھے جلدی سے وضو کر کے صفوں میں آملے۔ نماز کے بعد ہر طالب کی زبان پر آپ کے حسن تلاوت ہی کا چرچہ تھا۔ ہوسکتا ہے آج یہ باتیں آج کی سوشل میڈیا کی دنیا میں عجیب وغریب معلوم ہورہی ہوں، لیکن اس زمانہ کی حقیقت یہی تھی۔

آپ کی آمد کے پہلے ہفتے میں ایک اور معاملہ پیش آیا جس سے طلبہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ یہ تھا کہ لگ بھگ تین بجے رات میں بعض طلبہ نے آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے اندر ہی سے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ طلبہ نے جواب دیا کہ ہم فجر کی نماز پڑھنے جارہے ہیں۔ شیخ محترم نے فرمایا: ابھی فجر کا وقت داخل ہی نہیں ہوا ہے، آپ لوگ ابھی سوجائیں، فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے فجر کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ طلبہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب جاکر سوگئے، جبکہ اس کے پہلے ایسا تھا کہ ہاسٹل میں

ایک حافظ صاحب رہتے تھے جو ابتدائی درجات کے ایک مخلص اور دیندار استاد تھے، مگر نا دانستگی کے سبب اکثر وبیشتر تین بجے رات کے بعد جب بھی ان کی آنکھ کھل جاتی وہ طلبہ کو اسی وقت جگا دیتے، طلبہ وضو کرتے اور فجر کی نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کے لئے بیٹھ جاتے۔لیکن شیخ محترم نے جب مسئلہ کی وضاحت فرمائی تو نماز صحیح وقت پرادا کی جانے لگی ،اور طلبہ نے بھی سکون واطمینان کی سانس لی۔واضح رہے آ ہ یہ مرکز العلوم الاسلامیہ کا پہلا تعلیمی سال تھا۔

آپ کی تربیت کا انداز بہت اچھوتا تھا۔اگر کوئی طالب علم آپ کو کچھ دیتا یا لیتا کتاب ،کاپی ،قلم وغیرہ...اگر وہ بائیں ہاتھ سے دیتا تو آپ اپنا ہاتھ سمیٹ لیتے ،پھر اپنا ہاتھ بڑھاتے ،پھراگر وہ بائیں ہاتھ سے دیتا تو پھر اپنا ہاتھ سمیٹ لیتے ،یہاں تک کہ وہ طالب سمجھ جاتا یا اس کے ساتھی اسے تنبیہ کردیتے ،جب وہ داہنے ہاتھ سے دیتا اسی وقت وہ سامان آپ لیتے ،مگر اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے ،صرف ہاتھ پھیلاتے اور سمیٹتے رہتے۔

آپ طلبہ کی غلطیوں کو شرح صدر کے ساتھ درگذر کرتے الا یہ کہ وہ غلطی ایسی بد ترین ہو جس سے ہاسٹل کا ماحول خراب ہوسکتا ہے، آپ ذاتی انتقام کسی طالب سے کبھی نہیں لیتے ، بلکہ پوری خوشدلی کے ساتھ اسے معاف کردیتے۔ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ نے فجر کے وقت طلبہ کے کمروں پر دستک دی ، پھر جب آپ باوضو ہوکر لوٹے تو دوبارہ دستک دیا۔ایک طالب نے کمرے کے اندر ہی سے بدزبانی کی ،اس طالب کو پتا نہ تھا کہ دستک دینے والے کون ہیں؟ آپ بھی خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گئے ،مگر دوسرے طلبہ وہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے ،انہوں نے اس طالبعلم کو حقیقت امر سے آگاہ کیا ،وہ طالب دن بھر پریشان تھا کہ نہ معلوم آج میرے ساتھ کیا ہوگا؟ مگر شیخ محترم اس مسئلہ پر ایسے خاموش رہے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔بلکہ اس طالب کا بیان ہے کہ کسی وقت اچانک آمنا سامنا ہوگیا تو آپ نے نہایت الفت ومحبت سے بات کی ،آپ کے چہرے پر شکن بھی نہ تھا۔آپ مطالعہ کا غایت درجہ اہتمام کرتے ،اگر کبھی کوئی درس کسی مشغولیت کے سبب بغیر مطالعہ کے پڑھا دیتے تو پھر مطالعہ کرکے اس کو دوبارہ پڑھاتے۔طلبہ کو تجوید سکھانے کا خصوصی اہتمام کرتے۔

آپ بحیثیت استاد اپنے شاگردوں کو مجلّہ حائطیہ کے اجراء پر بہت ابھارتے تھے، اور اس کا بہترین نتیجہ بھی سامنے آیا کہ تمام اونچی کلاسز نے تنافس کے بہترین ماحول میں اپنی اپنی کلاس کا مستقل حائطیہ جاری کیا یہ نتیجہ اگرچہ آپ کے سعودی عرب جانے کے بعد ظاہر ہوا مگر اس بہترین کاز کے لئے طلبہ کی ذہن سازی کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔

اس طرح مرکز العلوم الاسلامیہ (جامعہ امام ابن تیمیہ) میں آپ نے تقریبا دوڈھائی سال تدریسی خدمات انجام دیں ،پھر اس کے بعد بلجرشی سعودی عرب میں شعبہ حفظ سے وابستہ ہوگئے ،چونکہ آپ ایک خوش مزاج اور کریم النفس انسان تھے،اس لئے بلجرشی کے اعیانِ علم وفضل سے آپ کے اچھے تعلقات تھے،مگر آپ نے کبھی ان تعلقات کو اپنے شخصی مفادات کے لئے استعمال نہ کیا۔اور بلجرشی جانے کے بعد بھی جامعہ کے ذمہ داران، اساتذہ،طلبہ اور فارغین سے آپ کا تعلق برقرار تھا، بلکہ آپ اعلی تعلیم کے حصول کے لئے یونیورسیٹیوں میں زیر تعلیم تیمی برادران کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔آپ صلہ رحمی، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور مہمان نوازی کے باب میں ایک اعلی نمونہ تھے، میں نے اپنے ہندوستانی حلقہ معارف میں ویسا کسی کو نہیں دیکھا ،اگر باہر سے کوئی رشتہ دار آجاتا تو اس کی آؤ بھگت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس سلسلے میں میرے دل میں جو جذبات ہیں میرا قلم اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔

آپ ڈاکٹر لقمان سلفی - رحمہ اللہ - کے خاندانی بھائی تھے، اور اچھے سنجیدہ، امانتدار، خوش اخلاق عالم دین تھے، لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی ہمیشہ خواہش تھی کہ آپ دوبارہ جامعہ ابن تیمیہ لوٹ جاتے۔اور ایسا ہی ہوا،سن 1992ء میں آپ پھر دوبارہ جامعہ لوٹ آئے ، اور وہاں مختلف مناصب پر بھی فائز رہے۔محترم رئیس جامعہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحمہ اللہ کی زندگی میں آپ عمید الکلیہ کے منصب پر فائز رہے، اور ماہنامہ عربی مجلّہ (الفرقان) کے ایڈیٹر رہے،آپ نے نہایت امانتداری کے ساتھ ان دونوں ذمہ داریوں کو ادا کیا، ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد ڈاکٹر عبداللہ سلفی نے آپ کو لجنہ ادار یہ کا رکن مقرر کیا، اور آپ کی علالت سے چند ماہ پہلے آپ کو خازن جامعہ رجسٹرڈ کیا گیا تھا،مگر اللہ کی مشیئت ! کہ آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی، اور لگ بھگ ایک سال سے زیادہ طویل علالت کے بعد آپ 30 / جولائی 2024ء کو اس دار فانی سے چل بسے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ کی وفات کا جو غم ہے شرعی تعلیمات اسے بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

علالت کی یہ طویل مدت آپ نے نویڈا میں گزاری، آپ علاج ومعالجہ کے مقصد سے وہیں اپنی فیملی کے ساتھ کرایہ کے ایک بہترین فلیٹ میں رہتے تھے، وہاں بیمار پرسی کے لئے دو بار میرا جانا ہوا، بیمار پرسی کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے جب میں نے آپ سے اجازت مانگی تو آپ کے اہل خانہ نے مجھ سے کہا، آپ جانے کی جلدی نہ کریں، آپ کے ساتھ بہت ہشاش بشاش ہوکر گفتگو کررہے ہیں، لہٰذا میں اہل خانہ کے اصرار پر دوڈھائی گھنٹے تک آپ سے مختلف موضوعات پر باتیں کرتا رہا، کبھی تعلیمی امور پر، کبھی صبر واجر کی باتیں، کبھی خاندانی بزرگوں کی باتیں۔ بہرحال! نویڈا میں میری دوسری ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

آپ نے تقریبا ربع صدی تک جامعہ امام ابن تیمیہ میں تدریس کا فریضہ انجام دیا ہے، لہٰذا آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں کی فہرست کافی طویل ہے، اور آپ کی قلمی کاوشیں مجلّہ (الفرقان) کے صفحات کی زینت ہیں۔اللہ تعالی آپ کی قبر کو نور سے بھر دے، آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، اور انہیں راہ ہدایت پر قائم رکھے۔☆☆

رپورٹ: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی

کنوینر مسابقہ

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے زیر اہتمام

بیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بحسن وخوبی اختتام پذیر

کشمیر سے کنیا کماری تک سے بلاتفریق مسلک تقریبا سو دینی وعصری مدارس وجامعات سے تقریبا پانچ سو قراء وحفاظ کی شرکت۔ اختتامی اجلاس میں موقر ذمہ داران صوبائی جمعیات اہل حدیث ، اراکین مرکزی مجلس عاملہ ودیگر عمائدین ملک وملت کا اظہار خیال اور ان کے ہاتھوں مسابقہ کے کل چھ زمروں میں اول ، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے حفاظ کرام کے مابین گرانقدر نقدانعامات، ہدایا اور توصیفی اسناد کی تقسیم ۔تمام شرکاء توصیفی اسناد اور تشجیعی انعامات سے نوازے گئے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا شعبہ تعلیم وتربیت بھی جمعیت کے دیگر متنوع شعبہ جات کی طرح ایک فعال شعبہ ہے جس کی سال بھر سرگرمیاں جاری وساری رہتی ہیں۔ نصابی کتابوں کی تیاری و طباعت ، تعلیمی وتربیتی پروگراموں خصوصا دورات تدریبیہ برائے ائمہ دعاۃ ومعلمین ، مسابقات حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم اور تعلیمی بیداری کنونشنوں کا انعقاد، ملک بھر میں تعلیم وتربیت کے موضوع پر منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت اور مدارس وجامعات کے بقا وتحفظ کے لیے جد وجہد اس شعبہ کے اہم کام ہیں۔ مقام شکر ہے کہ مرکز جمعیت اہل حدیث ہند نے تعلیم وتربیت کے حوالے سے بھی ملک وملت کو راہ دکھائی ہے اور دورات تدریبیہ برائے ائمہ و دعاۃ ومعلمین اور مسابقات حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم وغیرہ پروگراموں سے ترغیب پاکر اب اس طرح کے کام اور پروگرام ملک کے اندر انجام پانے لگے ہیں۔

یہ بیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بھی اسی توانا روایت کی ایک سنہری کڑی تھی جو مورخہ ۳-۴/ اگست ۲۰۲۴ء کو اہل حدیث کمپلیکس ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی میں نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔

مسابقے کا اعلان:

ماہ مئی ۲۰۲۴ء کے اوائل میں اس مسابقے کا اعلان کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی تیاریاں بھی شروع کردی گئیں۔ جمعیت کے جرائد ورسائل پندرہ روزہ جریدہ ترجمان (اردو) ، ماہنامہ اصلاح سماج (ہندی) اور ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ (انگریزی)، جمعیت کی ویب سائٹ، فیس بک، واٹس ایپ گروپس کے ذریعہ اشتہارات شائع کیے جاتے رہے اور شرکاء کی سہولت کے لیے سوشل میڈیا کے ذریعہ فارم مسابقہ بھی نشر کیا گیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس مسابقے میں بلاتفریق مسلک ملک کے طول وعرض سے حفاظ وقراء وعلماء ریکارڈ شرکت ہوئی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث اور مدارس وجامعات کے نام خطوط کا اجراء: مسابقے کے انعقاد کی تاریخ کے اعلان کے ساتھ ہی صوبائی جمعیات اہل حدیث اور مدارس وجامعات کے نام خطوط اور داخلہ فارم بذریعہ اسپیڈ پوسٹ ارسال کیے گئے، ان سے بار بار ٹیلی فونک رابطے کیے گئے، اسی طرح جمعیت کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی مسابقے کی تشہیر کی گئی اور ملک کے ہر کونے سے طلبہ کی شرکت کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی۔

حکم صاحبان کے نام دعوت ناموں کی ترسیل: مسابقہ کے تمام زمروں کے امتحانات کے لیے ملک کے اہم مدارس وجامعات کے ذمہ داران کو خط لکھا گیا کہ اپنے یہاں سے شعبہ تحفیظ کے ایک موقر استاذ مجود قاری صاحب کو حکم کی حیثیت سے نامزد فرمائیں۔ اور اس طرح مختلف مکتب فکر کے تقریبا دو درجن حکم صاحبان کو دعوت دی گئی۔

موقر اراکین مرکزی مجلس عاملہ کے نام دعوت ناموں کی ترسیل: چونکہ مسابقہ کے موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس مورخہ ۴/ اگست ۲۰۲۴ء کو منعقد ہونے والا تھا اس لیے تمام اراکین ومدعوئین خصوصی کو بھی دعوت نامے ارسال کئے گئے اور ان سے اس مسابقہ

کے اختتامی اجلاس میں شرکت کی بطور خاص گزارش کی گئی۔

ملی تنظیموں کے ذمہ داران ، مساجد کے ائمہ کرام اور دہلی کی اہم شخصیات کے نام دعوت ناموں کی ترسیل: شرکاء مسابقہ کی تشجیع اور مسابقہ کے پیغام کو عام کرنے کے پیش نظر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی روایت رہی ہے کہ اختتامی اجلاس میں ملی تنظیموں کے ذمہ داران، مساجد کے ائمہ کرام اور دہلی کی اہم شخصیات کو مدعو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان تمام شخصیات کو دعوت نامے بھیجے گئے اور ان سے رابطہ کر کے شرکت کی گزارش کی گئی۔

طلبہ واساتذہ کے وفود کی آمد: چونکہ مسابقہ کے حوالے سے پورے ملک میں کافی جوش وخروش پایا جا رہا تھا اس لیے تاریخ انعقاد سے دو روز قبل ہی سے طلبہ واساتذہ اور گارجین حضرات کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا اور مورخہ ۳؍اگست ۲۰۲۴ء کی صبح تک اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی طلبہ واساتذہ اور گارجین حضرات کے ایمانی وروحانی وجود سے کھچا کھچ بھر گیا۔

حکم صاحبان کے ساتھ میٹنگ: اس موقع پر ہماری ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسابقہ شروع ہونے سے قبل مسابقہ کمیٹی کے ذمہ داران کی حکم صاحبان کے ساتھ میٹنگ کی جاتی ہے اور مختلف زمروں کے امتحانات کے سلسلے میں ان کو ہدایات دی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے کی ایک نشست امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ ودیگر ذمہ داران کی موجودگی میں سید نذیر حسین محدث لائبریری میں منعقد کی گئی۔

افتتاحی اجلاس: حسب اعلان مورخہ ۳؍اگست ۲۰۲۴ء کو صبح ساڑھے آٹھ بجے بیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا ایمان افروز وروح پرور افتتاحی اجلاس اہل حدیث کمپلیکس میں واقع وسیع وجمیل جامع مسجد میں منعقد ہوا۔جس میں شرکائے مسابقہ، حکم صاحبان، ذمہ داران جمعیات، مقررین جماعت اور مدارس وجامعات کے اساتذہ وگارجین نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضرات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم کو سیکھنے اور سکھانے والے دونوں علی الاطلاق دنیا کے سب سے بہتر لوگ ہیں۔قرآن کریم ہر مؤمن صادق سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے ہر ہر شخص کے دل تک پہنچائے تاکہ اس کا پیغام عام ہو اور مقصد نزول پورا ہو۔ یہ ہر انسان کا حق ہے جو امت پر واجب ہے۔ طالبان علوم نبوت وحاملین قرآن کریم کو ایک لمحے کے لیے بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ان کی اہمیت وفضیلت کا نہ صرف اعتراف کرنا چاہیے بلکہ خاطر خواہ عزت افزائی کرنی چاہیے۔آج آپ جس نسبت سے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ بڑی ہی اہم نسبت ہے اور جس بوجھ کو آپ اٹھائے ہوئے ہیں وہ بڑی ہی اہم امانت ہے۔قرآن کریم کو اس طرح پڑھنا جس طرح نازل ہوا اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ قرآن ہوگا تو امن کا بول بالا ہوگا ،انسانیت نوازی اور اخوت ومحبت کی اسلامی تعلیمات عام ہوں گی،امن وقانون کو بالادستی حاصل ہوگی۔اس کے پیغام امن وشانتی کو کبھی فراموش نہیں کرنا ہے۔اس بات کو یاد رکھیے اور ذہن ودماغ میں جاگزین کر لیجیے کہ ہمیں اس کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنا ہے۔آپ حضرات دلجمعی کے ساتھ مسابقہ میں شرکت کیجیے اور انعام کے مستحق قرار پائیے،آپ اگر سب سے پیچھے رہ بھی گئے تب بھی آپ اس قرآن کریم کی نسبت سے بہت ہی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں مسابقہ میں شریک تمام قراء وحفاظ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کے والدین اور جن مدارس وجامعات،اسکول وکالج اور یونیورسٹیوں نے آپ کو بھیجا ہے اور جہاں آپ قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں سبھی برابر کے شکریے کے مستحق ہیں۔ یہ مدرسے دین کے قلعے اور انسانیت سازی کے کارخانے ہیں اور آپ ان کی حفاظت پر مامور سنتری ہیں۔ان قلعوں نے ساری دنیا کو فتح کیا اور انسانیت کا بول بالا کیا۔ انسانیت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ جب تک یہ ادارے زندہ جاوید ہیں چاہے جھونپڑی کی شکل ہی میں کیوں نہ ہوں ان کی حیثیت قلعوں ہی کی رہے گی اور ان کی زندگی کے ساتھ ہی انسانیت زندہ ہے۔ یہ سبق اس وقت دنیا کو پڑھانے کی ضرورت ہے۔

اس اجلاس کا آغاز قاری عبدالنور صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔پھر ناظم اجلاس وکنوینر مسابقہ ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے مرکزی جمعیت کی نوع بنوع خدمات پر مختصرا روشنی ڈالتے ہوئے اس مسابقے کو جمعیت کی ہمہ جہت خدمات کی سنہری کڑی قرار دیا اور شرکاء مسابقہ،حکم حضرات وشرکاء اجلاس کا خیر مقدم کیا۔پھر مسابقہ کے سلسلہ میں بعض ذمہ داران جمعیت،علماء کرام ومہمانان گرامی نے اپنے گراں قدر تاثرات پیش کئے۔

مرکزی جمعیت کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب نے شرکاء مسابقہ ومہمانان گرامی کا استقبال کیا اور کہا کہ مرکزی جمعیت کے اس پروگرام کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ حفظ وتجوید اور تفسیر قرآن کا جذبہ پیدا ہو۔اس مسابقے میں اتنی بڑی تعداد میں حفاظ وقراء کی شرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ مرکزی جمعیت نے مسابقے کا جس مقصد سے آغاز کیا تھا وہ بہر صورت کامیاب رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ مرکزی جمعیت کی سرگرمیوں کو مہمیز دیتے ہوئے اس عظیم الشان پروگرام کا جس طرح مسلسل انعقاد کر رہے ہیں وہ اس کے لیے مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

مولانا خورشید عالم مدنی صاحب ایڈیٹر پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی نے کہا کہ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے اور یقیناً یہ تمام نعمتوں پر بھاری ہے۔ اس پروگرام کے انعقاد کے لیے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی قابل مبارکباد

اورلائق تشکر وامتنان ہیں۔

مسابقہ کے حکم اور دارالعلوم دیو بند (وقف) کے استاذ قاری علاء الدین قاسمی صاحب نے جمعیت کے پروگراموں کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ اس کے پروگرام بڑے ہی نمایاں ہوتے ہیں۔اس طرح کے پروگراموں کا فائدہ طلبہ واساتذہ ہی کو نہیں بلکہ عام لوگوں کو بھی ہوتا ہے۔اس سے قبل بھی جمعیت کے پروگراموں میں شریک ہوتا رہا ہوں اور ہر مرتبہ بہتر سے بہتر پایا۔

مرکزی جمعیت کے سرپرست شیخ صلاح الدین مقبول صاحب نے کہا کہ شرکاء اپنا مقام سمجھیں اور قرآن کریم کی عملی تفسیر بنیں۔یہ قرآن نہ صرف آپ کے لیے باعث شرف ہے بلکہ قیامت کے دن آپ کے والدین کو اس کی بدولت عزت وشرف کا تاج پہنایا جائے گا۔امیر محترم اوران کی پوری ٹیم اس مسابقہ کے انعقاد کے لیے قابل مبارکباد ہے۔اللہ تعالیٰ اس ادارے کو قائم ودائم رکھے۔

قاری آفتاب عالم قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم دیو بند نے کہا کہ قرآن کریم کا حفظ واتقان دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت پر بھاری ہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مسابقہ بلاتفریق مسلک حفاظ اور حکم کا اتنی بڑی تعداد میں قراء وحفاظ کی شرکت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داران کے خلوص اوران کے غیر جانبداری اور اعتدال پسندی کی دلیل ہے۔میں اس کے لیے ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مفتی جمعیت اور استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ شیخ جمیل احمد مدنی صاحب نے کہا کہ ذمہ داران جمعیت کے ذریعہ اس پروگرام کا انعقاد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی متنوع خدمات کا مبارک تسلسل ہے۔ذمہ داران جمعیت، حکم صاحبان اور شرکاء مسابقہ شکریہ کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ اس سنت کو قائم ودائم رکھے۔

حافظ شکیل احمد میرٹھی صاحب سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی نے کہا کہ آج کی مجلس نہایت مبارک ہے۔اس کی نسبت قرآن کریم سے ہے جس کا یہاں مسابقہ ہورہا ہے۔یہ پروگرام کامیاب ہے۔اس کے لیے ذمہ داران جمعیت مبارکباد کے مستحق ہیں۔میں اس کے لیے ان کا شکر گزار ہوں۔

اس افتتاحی اجلاس میں ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی صاحب رکن عاملہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا ابراہیم مدنی صاحب نائب امیر صوبائی جمعیت مشرقی یوپی، مولانا اسعد اعظمی صاحب استاذ جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محمد علی مدنی صاحب نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وامیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار نے بھی اپنے اپنے تاثرات بیان کیے، مسابقہ کو وقت کی بڑی ضرورت قرار دیا اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارک باد پیش کی اوران کا شکریہ ادا کیا۔

پروگرام کے اختتام پر ناظم مالیات مرکزی جمعیت الحاج وکیل پرویز صاحب نے جملہ شرکاء مسابقہ، ان کے والدین، حکم حضرات، ذمہ داران جمعیت کا شکریہ ادا کیا۔

مسابقے کا باضابطہ آغاز: افتتاحی اجلاس کے معا بعد مسابقے کے تمام زمروں کے امتحانات باضابطہ شروع ہوگئے جو اگلے دن یعنی مورخہ ۴/اگست ۲۰۲۴ء کی ظہر تک پوری توانائی اور جوش وجذبے کے ساتھ جاری رہے۔واضح ہو کہ اس مسابقہ میں ہندوستان کے طول وعرض سے تقریباً پانچ سو طلبہ اس کے کل چھ زمروں میں شریک ہوئے اور مسابقہ میں امتحان کی ذمہ داری ملک کے بلاامتیاز مسلک ومشرب نامور دینی مدارس کے اپنے فن میں ماہر ترین اساتذہ نے انجام دیے۔دودنوں تک قرآن کریم کی حیات آفریں تلاوت سے معمور اور اس کی بھینی بھینی خوشبو سے معطر رہا۔

اختتامی اجلاس: مسابقے کا اختتامی اجلاس ۴/اگست ۲۰۲۴ء کو بعد نماز مغرب جامع مسجد اہل حدیث کمپلیکس، جامعہ نگر، نئی دہلی میں نہایت تزک واہتمام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران، موقر اراکین عاملہ، ذمہ داران صوبائی جمعیت، ملی تنظیموں کے ذمہ داران، ذمہ داران واساتذہ مدارس، حکم صاحبان اور مختلف علمی وسماجی شخصیات نے شرکت کی۔اس اجلاس میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب نے فرمایا کہ قرآن کریم کی عظمت، ضرورت اور اہمیت نہ جاننے کی وجہ سے اس کے خلاف زمانۂ نزول ہی سے سازشیں ہوتی رہی ہیں لیکن یہ اس کتاب کا اعجاز ہی ہے کہ اس کی جتنی ہی مخالفت ہوتی ہے اتنا ہی اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے۔آج بھی اس کے خلاف لاعلمی کی وجہ سے غلط پروپیگنڈے کیے جارہے ہیں۔لیکن اس کا الٹا اثر ہورہا ہے اور لوگوں میں اس سے متعلق تجسس بڑھ رہا ہے اور وہ اس کتاب کے مشتملات کو جاننے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔۹/۱۱ کے بعد بین الاقوامی سطح پر سب سے زیادہ جس کتاب کی ڈیمانڈ بڑھی وہ قرآن کریم ہی ہے۔یہ مرتبہ اس کتاب کو اس وجہ سے حاصل ہوا کہ یہ انسانیت کے لیے راہ ہدایت ہے اور اس کے اندر انسانیت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اس میں ایسا کچھ نہیں ہے جس کا پروپیگنڈہ کرکے لوگوں کو گمراہ کیا جاتا رہا ہے۔اس کتاب کی بدولت دنیا امن وآشتی، اخوت وبھائی چارگی، قومی یکجہتی اور انسانیت نوازی کا گہوارہ بن گئی۔قرآن کریم کتاب ہدایت اور قوم وملت کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔اس کی انسانیت نواز تعلیمات کو عام کرنے کی آج کے اس پرفتن دور میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ہم نے اس کے ذریعہ اس ملک کی بے مثال خدمت انجام دی ہے۔اس کے ذریعہ امن وآشتی، اخوت وبھائی چارہ کو فروغ حاصل ہوگا۔آپسی منافرت، تشدد پسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ ہوگا۔

امیر محترم نے شرکائے مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج آپ جس مقام پر ہیں اور آپ کی جو عزت افزائی ہورہی ہے، وہ قرآن ہی کی بدولت ہے۔قرآن کریم کی تلاوت کرلینا یا اس کو حفظ کرلینا سعادت کی بات ہے مگر اس کو اپنی رگ و پے میں بسانے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے ہی سے اس کا حق ادا ہوسکتا ہے۔آپ حضرات اپنے مقام ومرتبے کو پہچانیں۔قرآن کریم کے حقیقی پیغام کو آپ اسی صورت میں دنیا تک پہنچا سکتے ہیں جب کہ آپ خود اس پر عمل کریں اور اعلیٰ کردار کے حامل بنیں اس راستے میں مشکلات آسکتی ہیں لیکن

تندیٔ بادی مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

آپ نے جو محنت کی ہے اس کا صلہ آپ کو ضرور ملے گا۔آپ لوگوں نے اپنے سینوں میں قرآن کریم کی دولت کو محفوظ کیا ہے اس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔میں آپ کو، آپ کے والدین کو، آپ کے اساتذہ کو اور محسنین مدارس کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی محنت ولگن سے آپ نے یہ مقام حاصل کیا ہے اور یہ ان کی نئی نسل کے تئیں فکرمندی کا ثبوت ہے۔ہم جملہ ذمہ داران جمعیت آپ تمام شرکاء مسابقہ وحکم حضرات کا شرکت کے لیے تہہ دل سے شکرگذار ہیں اور بارگاہ رب العزت والجلال میں دعاگو ہیں کہ وہ ہم سب کو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے اور کماحقہ اس کی خدمت انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے اپنے خطاب میں کہا کہ عزیز طلبہ کے لیے آج جو یہ بزم سجی ہے وہ قرآن کریم کی نسبت سے سجائی گئی ہے۔اس سے جس کو بھی نسبت ہوئی وہ عظیم بن گیا، جس امت پر نازل ہوئی وہ خیر امت بن گئی اور جو بھی اس سے وابستہ ہوا اسے بلندیاں نصیب ہوئیں۔قرآن پڑھا ہوا، معاشرہ میں معمولی سمجھا جانے والا شخص بھی جب امامت کرتا ہے تو سماج کے بڑے بڑے لوگ اور لیڈران وچودھریان اس کی اقتدا کرتے ہیں۔میں دل کی گہرائیوں سے امیر محترم کو اس پروگرام کے انعقاد کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔وہ جس ہمت وحوصلہ سے جماعت کو آگے بڑھا رہے ہیں وہ قابل صد افتخار ہے۔اللہ انہیں مزید قوت عطا کرے۔

شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ کے صدر مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر حضرت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اس پروگرام میں شرکت کا موقعہ عنایت فرمایا اس کے لیے میں ان کا تہ دل سے ممنون ہوں اور اس بامقصد پروگرام کے انعقاد کے لیے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔یہ جو مسابقہ ہورہا ہے یہ تقابلی مطالعہ ہے۔ہم نے اس طرح کا کام ماضی میں نہیں کیا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر اختر الواسع صاحب نے سب سے پہلے پروگرام میں دعوت شرکت پر مرکزی جمعیت کے ذمہ داران خصوصا امیر مرکزی جمعیت کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ قرآن کریم عظیم کتاب ہے۔یہ دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔یہ منزل من اللہ ہے۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ جس شخصیت پر نازل ہوا اس کو بھی اس میں ایک نقطہ بدلنے کا حق نہ تھا۔قرآن کریم کا عربی زبان پر یہ احسان عظیم ہے کہ وہ اس کی بدولت جنتیوں کی زبان بن گئی۔مبارکباد کے مستحق ہیں ذمہ داران جمعیت جو گذشتہ بیس سالوں سے اس کا انعقاد کررہے ہیں۔

جریدہ ترجمان کے ایڈیٹر مولانا خورشید عالم مدنی صاحب نے کہا کہ آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح اور معتبر اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے۔یہ انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔اگر آپ کا رشتہ اس سے مضبوط ہے تو آپ کامیاب ہیں۔اس رشتہ کو مضبوط کرنے کے لیے اس پروگرام کے روح رواں مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مسلم مجلس مشاورت کے صدر فیروز احمد نے پروگرام کے انعقاد پر اپنی خوشی ومسرت کا اظہار کیا اور امیر مرکزی جمعیت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو اس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی جن کی قیادت میں یہ جمعیت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

جماعت اسلامی ہند کے قیم جناب ملک معتصم صاحب نے سب سے پہلے اس مسابقہ کے انعقاد کے لیے مرکزی جمعیت کی قیادت کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہمارے ایمان اور دینی زندگی کی سب سے اہم چیز ہے۔قرآن کریم کے مسابقہ کے بارے میں جان کر بے حد خوشی ہوئی۔یہ انسانیت کا رہبر ورہنما ہے۔اس کتاب سے جس نے بھی رشتہ جوڑا وہ کامیاب ہوا۔ہمیں اس کے ذریعہ امت کی تعمیر کرنی ہے۔

جماعت کے بزرگ عالم دین شیخ احمد مجتبیٰ سلفی صاحب استاذ جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی نے کہا کہ بغیر قرآن کریم حفظ کیے عالم بننا بغیر نمک کے کھانے کے مترادف ہے۔اس لیے ہر عالم دین کو قرآن کریم حفظ کرنا چاہیے۔انہوں اس پروگرام سے منسلک سبھی کو مبارکباد پیش کی۔

شیخ صلاح الدین مقبول سرپرست مرکزی جمعیت نے شرکاء مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ بڑے شرف کی بات ہے کہ آپ نے قرآن کریم کو حفظ کیا ہے آپ کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔آپ اپنی اہمیت کو سمجھیں۔قرآن کی اہمیت کو سمجھیں۔دنیا کے بڑے بڑے لوگ اس کی ایک آیت کو سن کر مشرف باسلام ہوگیے۔دعا کریں اللہ تعالیٰ اس جمعیت کی قیادت کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے۔

جمعیت کے سرپرست ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت وموعظت اور اعلیٰ اخلاق کی تعمیر کے لیے اتارا ہے۔قرآن فہمی

کی پہلی شرط یہ ہے کہ آپ قرآن کی زبان کو سمجھیں۔مرکزی جمعیت اس بات کا اہتمام کرے مدارس طلبہ کو عربی سے عربی میں تعلیم دیں اوراس کے رجحان کو پروان چڑھایا جائے۔

نمائندہ حکم حضرات اوراستاذ دارالعلوم وقف دیوبند قاری علاء الدین قاسمی صاحب نے اپنے نمائندہ خطاب میں کہا کہ پروگرام میں شرکت کرنے والے تمام طلبہ ان کے اساتذہ ومدارس نیز ان کے والدین قابل مبارکباد ہیں۔میں صمیم قلب سے جمعیت کی قیادت خصوصا امیر مرکزی جمعیت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ایک ماہ قبل ہی مہتمم دارالعلوم وقف جانشین خطیب الاسلام محترم مولانا سفیان قاسمی دامت برکاتھم نے دعوت ملنے پر مجھے شرکت کی تاکید فرمائی تھی۔میں اس مسابقہ کا حکم بنائے جانے پر ذمہ داران کاشکریہ ادا کرتا ہوں۔یہ مرکزی جمعیت کی اعتدال پسندی کی دلیل ہے کہ وہ ہر مکتب فکر کے حکم حضرات وطلبہ کواس مسابقہ میں شرکت کا موقعہ دیتی ہے۔جوبھی لوگ شریک ہوئے ان کے قیام وطعام کا انتظام بہت اچھا تھا۔اللہ اس اخلاص کوقبول فرمائے۔

علاوہ ازیں سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی حافظ شکیل احمد میرٹھی صاحب،ناظم صوبائی جمعیت تامل ناڈو مولانا عبدالواحد مدنی صاحب،امیر صوبائی جمعیت آندھراپردیش مولانا فضل الرحمٰن عمری صاحب،ناظم صوبائی جمعیت جموں کشمیر جناب مشتاق وانی صاحب،استاذ جامعہ رحمانیہ ممبائی مولانا عبدالحکیم مدنی صاحب،امیرصوبائی جمعیت اڈیشہ مولانا طہ سعید خالدمدنی صاحب، ایڈیٹر ماہنامہ اصلاح سماج حافظ طاہر صاحب،امیرصوبائی جمعیت مدھیہ پردیش مولانا عبدالقدوس عمری صاحب،ناظم صوبائی جمعیت مہاراشٹرا سرفراز احمد اثری صاحب،نائب ناظم مرکزی جمعیت واستاذ جامعہ ابی ہریرہ لال گوپال گنج مولانا ریاض احمد سلفی صاحب،امیر شہری جمعیت حیدرآباد،سکندرآباد مولانا شفیق عالم جامعی،مفتی جمعیت شیخ جمیل احمد مدنی صاحب، نائب امیر صوبائی جمعیت مشرقی یوپی مولانا ابراہیم مدنی صاحب،امیرصوبائی جمعیت مغربی بنگال مولانا شمیم اختر ندوی صاحب،ناظم صوبائی جمعیت راجستھان جناب عبدالحفیظ رانڈر صاحب،نائب ناظم مرکزی جمعیت وامیر صوبائی جمعیت بہار مولانا محمد علی مدنی صاحب،ممبائی کے مولانا منظر احسن سلفی صاحب، صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے نائب ناظم مولانا خورشید عالم محمدی صاحب، نائب امیر مرکزی جمعیت حافظ عبدالقیوم صاحب اورقاری افروز عالم قاسمی صاحب نے بھی اپنے تاثراتی کلمات پیش کیے،مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو بیسویں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے کامیاب انعقاد پرمبارکباد پیش کی اورنیک خواہشات کا اظہار کیا۔

مسابقہ کے اختتامی پروگرام کا آغاز قاری شہنوازانجم صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔نظامت کے فرائض صوبائی جمعیت مشرقی یوپی کے ناظم مولانا شہاب الدین مدنی نے انجام دیئے۔پروگرام کے دوران ہی مسابقہ کے پانچ زمروں کے اول پوزیشن لانے والے شرکاء نے اپنی بہترین آواز میں قرأت کے نمونے پیش کیے اورحاضرین کواپنی قرأت سے محظوظ کیا۔مسابقہ میں امتیازی پوزیشن لانے والے سبھی چھ زمروں کے جملہ شرکاء کو نقدانعام،ترجمہ وتفسیر قرآن کریم اورگھڑی کے تحفے اورتوصیفی اسناد سے نوازا گیا۔ اس مسابقہ میں ہندوستان کے طول وعرض سے تقریبا پانچ سوطلبہ متعدد اداروں کی نمائندگی کرتے ہوئے شریک ہوئے۔جن کوسند حضور کے ساتھ تشجیعی انعام گھڑی وکتب بھی دی گئیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے خازن الحاج وکیل پرویز نے آخر میں جملہ شرکاء مسابقہ،حکم حضرات،طلبہ،مقررین،مہمانان گرامی کاشکریہ ادا کیا اوررات گیارہ بجے اس روحانی محفل کا اختتام عمل میں آیا۔

کلمة الحکم: اس اجلاس میں حکم صاحبان کی نمائندگی کرتے ہوئےقاری علاءالدین صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند(وقف) نے جوکلمہ پیش کیا اس کا متن درج ذیل ہے۔

الحمد لله نحمده ونصلي على رسوله الكريم۔اما بعد قال النبي صلى الله عليه وسلم: من لم يشكر الناس لم يشكر الله

معزز صدر اجلاس حضرت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ اوراجلاس میں موجود اکابر علمائے کرام حکم،صاحبان،معزز علمائے کرام اور پورے ملک سے تشریف لائے طالبانِ علوم نبوت!

اس اہم مناسبت سے میں تمام حکم صاحبان کی طرف سے صمیم قلب سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت خصوصا امیر محترم حضرت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کواس عظیم الشان آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے انعقاد پردلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور من لم يشكر الناس لم يشكر الله کے تحت اس اہم پروگرام میں ہم سب بحیثیت حکم خدمت کا موقع عنایت فرمانے پردلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔بلا شبہ یہ مسابقہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی متنوع دینی، دعوتی اوررفاہی خدمات کی ایک سنہری کڑی ہے۔

الحمدللہ یہ مسابقہ ہرطرح سے کامیاب رہا۔میں کئی مرتبہ اس مسابقہ میں بحیثیت حکم شریک ہوااور ہر مسابقہ کو پہلے مسابقہ سے بہتر پایا انتظامات کے اعتبار سے بھی اور شرکاء کی تعداد کے لحاظ سے بھی اوراہتمام کی وجہ سے بھی یہ تمام حکم صاحبان کا تاثر ہے۔

اس مسابقے کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ چونکہ قرآن سب کے لیے ہے اس

لیے جمعیت اہل حدیث مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بلاتفریق مسلک مدارس و جامعات کے حفاظ وقراء کوشرکت کا موقع دیتی ہے اور ہر مسلک کے حکم صاحبان کی خدمت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ ایک مثالی کام جس کی جس قدر تحسین کی جائے کم ہے۔ اور یہ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی اعتدال پسندی اور رواداری کی دلیل ہے۔

ایک بات جس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تقریبا پانچ سو طلباء اور تقریبا دو درجن حکم صاحبان اور سینکڑوں گارجین حضرات کے اجتماع اور ان کے قیام و طعام وغیرہ کا حسن انتظام بڑی بات ہے جو جمعیت کے ذمہ داران کی مسلسل فکر مندی اور اہتمام کی دلیل ہے اور اس کے لیے ذمہ داران کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔

ایک بار پھر تمام ذمہ داران کو مسابقہ کے انعقاد پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم ہیں

حکم مسابقہ

بیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

مختلف زمروں میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ:

زمرہ اول: حفظ قرآن کریم (مکمل)

	نام مع ولدیت	ادارہ	پوزیشن
۱	معظم علی بن وکیل احمد	جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئوناتھ بھنجن، یوپی	اول
۲	محمد شان بن منظور احمد	مدرسہ تعلیم القرآن نمرہ مسجد کریم نگر، میرٹھ، یوپی	دوم
۳	صدق رحمی بن حسن نینا	معہد الاذان العربی، رائے پٹہ، چنئی	سوم

زمرہ دوم: حفظ قرآن کریم (بیس پارے)

	نام مع ولدیت	ادارہ	پوزیشن
۱	محمد مکرم بن محمد احمد	مدرسہ حفظ القرآن چھوٹی مسجد، حوض رانی، مالویہ نگر، دہلی	اول
۲	محمد جلال الدین بن نور محمد	جامعۃ الامام الالبانی، بوڑھیان، اتر دیناجپور، مغربی بنگال	دوم
۳	محمد انظار البصر بن محمد کمر تیج عالم	جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی	سوم

زمرہ سوم: حفظ قرآن کریم (دس پارے)

	نام مع ولدیت	ادارہ	پوزیشن
۱	محمد عمار بن محمد یاسر	مدرسہ اسلامیہ اشرف العلوم ٹرسٹ قصبہ دھوج، فرید آباد، ہریانہ	اول
۲	یوسف انس بن محمد انس	جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن، یوپی	دوم
۳	محمد عبداللہ انصاری بن محمد اظہر	جامعہ اثریہ دارالحدیث مئوناتھ بھنجن، یوپی	سوم

زمرہ چہارم: حفظ قرآن کریم (پانچ پارے)

	نام مع ولدیت	ادارہ	پوزیشن
۱	شیخ سہیل احمد بن شیخ عمر	دارالعلوم وقف دیوبند سہارنپور، یوپی	اول
۲	ابراہیم منیغار بن منیغار مظہرالدین	مدرسۃ العلم العالمیۃ، بھٹکل، کرناٹک	دوم
۳	محمد فرقان بن نذیر احمد راتھر	مرکز ابن مسعود لتحفیظ القرآن الکریم وعلومہ، مومن آباد، سری نگر، جموں وکشمیر	سوم

زمرہ پنجم: ناظرہ قرآن کریم (مکمل)

	نام مع ولدیت	ادارہ	پوزیشن
۱	عمار فاروق بن محمد فاروق	جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئوناتھ بھنجن، یوپی	اول
۲	عبیداللہ ریحان بن محمد اجمل	جامعہ اثریہ دارالحدیث مئوناتھ بھنجن، یوپی	دوم
۳	عدیل اقبال بن اقبال احمد	جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن، یوپی	سوم

زمرہ ششم: ترجمہ وتفسیر قرآن کریم (منتخب سورتیں)

	نام مع ولدیت	ادارہ	پوزیشن
۱	اسامہ عبدالقادر	جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا، مہاراشٹر	اول
۲	محمد اسحاق بن ایجاب الحق	مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بھوجپور، بہار	دوم
۳	عامر سہیل بن عبدالرشید	جامعہ دارالسلام عمر آباد، تمل ناڈ	سوم

حکم صاحبان:

زمرہ اول حفظ وتجوید قرآن کریم (مکمل)

۱۔مولانا اسعد اعظمی صاحب، جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

۲۔قاری علاء الدین قاسمی صاحب، دار العلوم دیو بند (وقف)

۳۔ڈاکٹر ہاشم مدنی صاحب، جامعہ محمدیہ منصورہ، بنگلور

زمرہ دوم حفظ وتجوید قرآن کریم (بیس پارے)

۱۔ڈاکٹر عبد العزیز مدنی صاحب، کلیۃ فاطمۃ الزہراء، مئو، یوپی

۲۔قاری آفتاب عالم قاسمی صاحب، دار العلوم دیو بند، یوپی

۳۔قاری عتیق اللہ مدنی صاحب، جامعۃ الامام البانی بوڑھیان، اتر دیناجپور، مغربی بنگال

زمرہ سوم حفظ وتجوید قرآن کریم (دس پارے)

۱۔قاری عبد الخالق صاحب، جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر، نیپال

۲۔قاری عبد النور صاحب، جامعۃ القران والسنۃ الخیریۃ، بجنور، یوپی

۳۔قاری شہنواز انجم صاحب، جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو، یوپی

زمرہ چہارم حفظ وتجوید قرآن کریم (پانچ پارے)

۱۔قاری شبیر مدنی صاحب، جامعہ ابو ہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، یوپی

۲۔قاری شہنواز صاحب، مدرسہ تجوید القرآن، آزاد مارکیٹ، دہلی

۳۔قاری ضمیر صاحب، جامعہ اسلامیہ خیر العلوم، ڈمریا گنج، یوپی

۴۔حافظ عبد الغنی عمری صاحب، سابق ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھرا پردیش

زمرہ پنجم ناظرہ قرآن کریم (مکمل)

۱۔قاری فیاض احمد صاحب، جامعہ اثریہ دار الحدیث، مئو، یوپی

۲۔قاری امتیاز صاحب، مدرسہ احمدیہ سلفیہ، آرہ، بہار

زمرہ ششم ترجمہ وتفسیر قرآن کریم

۱۔مولانا جمیل احمد مدنی صاحب، المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ

۲۔مولانا عزیز احمد مدنی صاحب، المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ

۳۔مولانا خورشید عالم مدنی صاحب، نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار

۴۔مولانا محمد علی مدنی صاحب، امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار

۵۔مولانا محمد اظہر مدنی، ڈائریکٹر اقراء انٹرنیشنل اسکول، جیت پور، نئی دہلی

مدارس کی نمائندگی:

- جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس، یوپی
- جامعۃ التوحید، بھیونڈی، مہاراشٹر
- مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بھوجپور، بہار
- جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ، ممبئی
- معہد عثمان بن عفان لتحفیظ القرآن، ہریشچندر پور، مالدہ، مغربی بنگال
- جامعہ اسلامیہ خیر العلوم، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی
- جامعۃ الامام الالبانی، بوڑھیان، اتر دیناجپور، مغربی بنگال
- مدرسہ سراج العلوم، شیکھر پور، بلرامپور، یوپی
- جامعہ عربیہ دار التعلیم، صوفی پورہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی
- جامعہ سعادت العلوم، ناگور، راجستھان
- جامعہ رحمانیہ وتحفیظ القرآن کاندیولی، ممبئی
- صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی
- معہد الاذان العربی، رائے پٹہ، چنئی
- جامعہ اثریہ دار الحدیث، مئو ناتھ بھنجن، یوپی
- جامعۃ القرآن والسنۃ الخیریہ، بجنور، یوپی
- جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا، مہاراشٹر
- مرکز ابن مسعود لتحفیظ القرآن الکریم وعلومہ، مومن آباد، سری نگر، جموں وکشمیر
- مدرسہ عربیہ سلفیہ ہدایۃ العلوم، چمن پور، مکرانہ، راجستھان
- مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم، بجرڈیہہ، بنارس، یوپی
- دار العلوم جامع مسجد ثمر گارڈن، میرٹھ، یوپی
- مدرسہ تعلیم القرآن نمرہ مسجد، کریم نگر، میرٹھ، یوپی
- جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی
- بی۔ایس۔عبد الرحمٰن کریسنٹ انسٹی ٹیوٹ آف سائنس، چنئی
- کشمیر قرآن انسٹی ٹیوٹ، سری نگر، جموں وکشمیر
- جامعہ دار السلام، ڈنگرہ گھاٹ، پورنیہ، بہار
- جامعہ دار السلام عمر آباد، تمل ناڈ
- جامعۃ الفرقان (معہد عمر بن الخطاب لتحفیظ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)، اتر دیناجپور، مغربی بنگال
- جامعۃ القراءت دیو بند، ضلع سہارنپور، یوپی
- جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو ناتھ بھنجن، یوپی
- مدرسہ دار المسلمین، ٹھواپاڑا، کشن گنج، بہار
- جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال
- جامعہ سلفیہ میوات، نوح، ہریانہ
- جامعہ دار الحدیث رحمانیہ، ساکرس، ہریانہ
- مدرسہ عربیہ خادم الاسلام اہلحدیث، ٹانڈہ بادلی، رامپور، یوپی
- دار العلوم وقف دیو بند، یوپی

- ضلعی جمعیت اہل حدیث اعظم گڑھ، یوپی
- مدرسہ اسلامیہ اشرف العلوم ٹرسٹ، قصبہ دھوج، فرید آباد، ہریانہ
- مدرسہ عثمان بن عفان لتحفیظ القرآن الکریم، بھوجپور، غازی آباد، یوپی
- مدرسہ صراط مستقیم، حافظ بابانگر، حیدرآباد، تلنگانہ
- مدرسہ محمدیہ مروت پور، مہنا، ویشالی، بہار
- جامعہ محمدیہ منصورہ، بنگلور، کرناٹک
- جامعہ ریاض العلوم، جامع مسجد، دہلی
- مدرسہ مدینۃ العلوم، ناگپور، مہاراشٹر
- مدرسۃ العلم العالمیۃ، بھٹکل، کرناٹک
- مدرسہ ابی بن کعب لتحفیظ القرآن الکریم گھاسیڑہ، میوات، ہریانہ
- مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم، مسجد کالوسرائے، حوض رانی، دہلی
- مدرسہ محمدیہ فیتھفل گنج، کانپور، یوپی
- جمعیۃ التنمیۃ والرفاھیۃ البشریہ، ملت نگر، مدنپور، نئی دہلی
- مدرسہ تعلیم القرآن، ابوالفضل، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی
- مدرسہ دارالحدیث السلفیہ، پونچھ، جموں وکشمیر
- جامعہ سلفیہ ریاض العلوم وکلیہ خدیجۃ الکبریٰ، خردمنین، گڈا، جھارکھنڈ
- جامعہ عربیہ شمس العلوم، شاہدرہ، دہلی
- مرکز الاتقان لتحفیظ القرآن، کرندیگھی، اتر دیناجپور، مغربی بنگال
- دارالعلوم محمدیہ سلفیہ، شجاعت گنج، کانپور، یوپی
- مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن، مصطفیٰ آباد، دہلی
- الجامعۃ المحمدیہ، کھیدوپورہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی
- معہد زید بن ثابت لتحفیظ القرآن الکریم، عیدگاہ ٹولہ، گڈا، جھارکھنڈ
- الجامعۃ المحمدیہ، کربٹیا، دربھنگہ، بہار
- مدرسہ حفظ القرآن چھوٹی مسجد، حوض رانی، مالویہ نگر، دہلی
- جامعہ عمر فاروق الاسلامیہ حسن پور، مالدہ، مغربی بنگال
- معہد علی بن ابی طالب لتحفیظ القرآن الکریم، جیت پور، نئی دہلی
- المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی
- جامعہ عالیہ عربیہ مئوناتھ بھنجن، یوپی
- جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، پھاٹک حبش خان، دہلی
- مدرسہ تعلیم القرآن، آر کے پورم، نئی دہلی
- مدرسہ فیض العلوم، سیونی، ایم، پی
- مدرسہ صوت القرآن المحمدیہ، پنگواں، ہریانہ

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۶ کا)

ان املاک کے صحیح استعمال سے مساجد، مکاتب، مدارس، یتیم خانوں اور خانقاہوں سمیت مسلمانوں کے وہ تمام مذہبی ادارے خود کفیل ہو سکتے ہیں، جن کے وجود و بقا اور نظم و نسق کے لئے مسلم قوم پورے سال پریشان رہتی ہے۔

مزید ان املاک کے منافع سے بہت سے ایسے عصری اسکولز۔ کالجز، یونیورسیٹیاں، ہاسپٹلز، ہاسٹلز، سرائے اور مہمان خانے قائم کئے جاسکتے ہیں، جن کے لئے مسلمان ترس رہے ہیں۔ اسی لئے سب سے پہلے مسلمان اپنے پاس موجود اس دولت کی اہمیت اور قدر و قیمت کو سمجھیں۔

دوسری چیز: مسلمان اپنے درمیان حائل اختلافات کی دیواروں کو گرائیں اور اپنے آباء واجداد کی وقف کی گئی زمینوں اور اداروں کی حفاظت کا عہد کریں ساتھ ہی یہ جاننے کی بھی کوشش کریں کہ ہم وقف املاک کو حکومت اور نفرت پسند جماعتوں کے پنج واستبداد سے کیسے بچا سکتے ہیں۔

تیسری چیز: ہم سیاسی اور سماجی ہر سطح پر بیدار ہوں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وقف املاک کو کس قسم کے خطرات لاحق ہیں اور ان سے بچنے کی تدابیر کیا ہیں؟

چوتھی چیز: مجوزہ وقف ترمیم بل-2024ء کے پس منظر میں ساری مسلم تنظیمیں اور نمائندگان باہم متحد رہیں اور ایک آواز ہو کر جے، پی، سی (Joint Committee Parliamentary) کو مجوزہ بل کی تعصب پر مبنی ترمیمات سے متعلق اپنے عدم اتفاق کا عندیہ بھیجیں۔ J.P.C کو واضح الفاظ میں یہ بتادیں کہ 'ہم اسلامیان ہند بحیثیت مجموعی غصب ونہب پر مبنی اس وقف ترمیم کی پرزور انداز میں مذمت کرتے ہیں اور اس کو کسی بھی قیمت پر تسلیم نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں'۔

پانچویں اور آخری چیز:

ملی تنظیمیں، مسلم نمائندگان اور عام با شعور افراد دستور ہند کے آرٹیکل 30,29,26,25 کی بنیاد پر اس نئے حق شکن بل کو سپریم کورٹ میں چیلنج کریں۔

مذکورہ اقدامات کے ساتھ اور بھی ممکنہ تدابیر ہو سکتی ہیں، جن کے ذریعے وقف املاک کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ دراصل وقف املاک کی حفاظت اور استعادہ (Repossession) اسلامیان ہند کے لئے نشاۃ ثانیہ کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے خلوص وللّٰہیت، ملی ایثار و ہمدردی اور باہمی اتحاد و اتفاق کے اس جذبے کی ضرورت ہوگی جو رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیا تھا۔ بقول شاعر:

زمانہ منتظر ہے اک نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی ہے اجزائے ہستی کی پریشانی

☆☆☆

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمدﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمدﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292